بانی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ

رئیس التحریر
شیخ الحدیث مفکر اسلام
مولانا مفتی محمود

ہفت روزہ
لاہور
پاکستان

خدام الدین

چیف ایڈیٹر
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

۲۹/۲

عوامی حکومت سے

عوام مطالبہ کرتے ہیں

- فاشسٹ مرزائی جماعت پر پابندی عائد کی جائے
- مرزا ناصر احمد اور دوسرے مرزائی لیڈروں پر ملک و ملت کے خلاف سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے الزام میں مقدمات چلائے جائیں
- مرزائیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے
- مرزائیوں کی بیرون ملک سرگرمیوں کا محاسبہ کیا جائے
- مرزائی افسروں کو تمام کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے
- خلاف اسلام مرزائی لٹریچر ضبط کیا جائے
- ربوہ کو کھلا شہر قرار دیکر غیر قانونی مرزائی سٹیٹ ختم کی جائے
- لائل پور، چنیوٹ اور سرگودھا میں مسلمانوں کے جلوسوں پر فائرنگ کرنیوالے اور نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء پر قاتلانہ حملہ کے مرتکب مرزائیوں کو عبرتناک سزا دی جائے
- لائل پور اور دوسرے شہروں کے گرفتار مسلمانوں کو غیر مشروط طور پر رہا کیا جائے

صفحہ ۳ پر اداریہ بھی ملاحظہ فرمائیں

۵۰ پیسے

۷ر جون ۱۹۷۴ء
۱۵ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

جلد نمبر ۲۰
شمارہ نمبر ۲

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابی هریرة قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مجلس یحدث القوم جاءه اعرابی فقال متی الساعة فمضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحدث فقال بعض القوم سمع ما قال فکره ما قال، وقال بعضهم بل لم یسمع، حتی اذا قضی حدیثه، قال، این السائل عن الساعة؟ قال ها انا یارسول اللہ قال "اذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة" قال کیف اضاعتها؟ قال "اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة" (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ اس دوران میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں تشریف رکھتے ہوئے قوم سے گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا۔ اور اس نے دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر گفتگو فرماتے رہے۔ جماعت میں سے بعض کہنے لگے کہ آپ نے اس دیہاتی کی بات سنی ہی نہیں۔ اور بعض کہنے لگے کہ حضور ؐ نے اس کی بات سن لی لیکن آپ کو ناگوار معلوم ہوئی۔ غرضیکہ جب حضور ؐ اپنی گفتگو ختم کر چکے تو دریافت کیا کہ قیامت کے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں ہوں یا رسول اللہ ؐ! آپ نے فرمایا جب امانت ضائع کر دی جائے تو اس وقت قیامت کا انتظار کرو۔ سائل نے عرض کیا کہ امانت کے ضائع ہونے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا۔ جب نا اہل کو حکومت سپرد کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ (رواہ البخاری)

عن ابی ثعلبة الخشنی جرثوم بن ناشر رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان اللہ تعالی فرض فرائض فلا تضیعوها وحد حدودا فلا تعتدوها وحرم اشیاء فلا تنتهکوها وسکت عن اشیاء رحمة لکم غیر نسیان فلا تبحثوا عنها، حدیث حسن۔ رواہ الدارقطنی وغیرہ۔

ترجمہ: حضرت ابو ثعلبۃ الخشنی جرثوم بن ناشر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ رب العزت نے کچھ فرائض متعین کیے ہیں ان کو برباد مت کرو۔ اور کچھ حدود متعین کیے ہیں تو ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور کچھ اشیاء کو حرام کیا ہے تو ان کا ارتکاب نہ کرو۔ اور تمہارے اوپر رحمت کی وجہ سے کچھ چیزوں سے سکوت فرمایا ہے نسیان کی بنا پر نہیں۔ اس لیے ان اشیاء کی جستجو اور تلاش میں نہ لگو (یہ حدیث حسن ہے) امام دارقطنی وغیرہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انزل اللہ تعالی بقوم عذابا اصاب العذاب من کان فیهم ثم بعثوا علی اعمالهم" (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تو وہ عذاب سب کو پہنچتا ہے پھر وہ لوگ (قیامت میں) اپنے اپنے اعمال پر اٹھائے جائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

عن مرداس الاسلمی رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذهب الصالحون الاول فالاول ویبقی حثالة کحثالة الشعیر او التمر لا یبالیهم اللہ بالة۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ صالحین اور نیک بخت حضرات یکے بعد دیگرے انتقال فرماتے رہیں گے اور ردی اور بے کار باقی رہ جائیں گے۔ جیسا کہ جو یا کھجور کی بھوسی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی کوئی پروا نہیں فرمائے گا۔ (بخاری)

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "کانت امرأتان معهما ابناهما جاء الذئب فذهب بابن احداهما فقالت لصاحبتها انما ذهب بابنک فتحاکما الی داود صلی اللہ علیہ وسلم فقضی بہ للکبری فخرجتا علی سلیمان بن داود صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتاه فقال: ائتونی بالسکین اشقه بینهما فقالت الصغری لا تفعل رحمک اللہ هو ابنها فقضی بہ للصغری" (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے (پہلے زمانہ میں) دو عورتیں تھیں اور ان دونوں کے ساتھ ان کے بچے بھی تھے۔ ایک بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک کا بچہ لے گیا۔ اس عورت نے اپنی ساتھن سے کہا کہ بھیڑیا تیرا بچہ لے گیا ہے اور دوسری نے کہا کہ وہ تو تیرا بچہ لے کر گیا ہے۔ دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس فیصلہ کے لیے آئیں آپ نے ان میں سے بڑی عورت کے لیے فیصلہ کر دیا۔ پھر وہ دونوں عورتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے نکلیں اور آپ کو واقعہ بتایا۔ آپ نے فرمایا کہ چھری لے آؤ کہ دونوں کے لیے دو حصے کر دوں (یہ سن کر) چھوٹی بولی کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے ایسا نہ کیجئے (بلکہ) یہ لڑکا اسی کو دے دو۔ بڑی خاموش رہی۔ آپ نے چھوٹی کے لیے فیصلہ فرما دیا۔ (بخاری و مسلم)

عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیاتین علی الناس زمان یطوف الرجل فیه بالصدقة من الذهب فلا یجد احدا یاخذها منه ویری الرجل الواحد یتبعه اربعون امرأة یلذن بہ من قلة الرجال وکثرة النساء۔ (رواہ

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ البتہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ آدمی اپنے سونے میں سے صدقہ نکال کر اس کو دینے کے لیے چکر لگائے گا لیکن کوئی بھی شخص ایسا نہ ملے گا جو اس سے یہ صدقہ لے لے اور ایک آدمی دیکھا جائے گا کہ اس کی چالیس عورتیں ہوں گی جو اس کی ذمہ داری میں داخل ہوں گی۔ مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت کی وجہ سے یہ چیز ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور
پاکستان

۱۵ جمادی الاول ــــــ ۱۳۹۴
۷ جون ــــــ ۱۹۷۴

جلد ۲۰ شمارہ ۲

مندرجات

عوام مطالبہ کرتے ہیں
احادیث الرسول
اداریہ
خطبہ جمعہ
اسلام اور عیسائیت
حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات
بصائر وعبر
طبی معلومات
ایمان کے لئے ایک مہلک مرض
اہانت علمائے دین
دنیائے اسلام کی عظیم دینی درس گاہ دار العلوم دیوبند

بدل اشتراک

سالانہ	۲۴/- روپے
ششماہی	۱۲/- روپے
سہ ماہی	۶/- روپے
فی شمارہ	۵۰ پیسے

چیف ایڈیٹر

جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

لاہور۔ یکم جون (اپ پ) حکومت پنجاب نے ایسی خبروں، بیانات، تبصروں، اطلاعات، تصاویر اور کارٹونوں کی اشاعت پر پابندی عاید کر دی ہے جن کا تعلق فرقہ وارانہ مناقشت سے ہو۔ ایک پریس نوٹ کے مطابق اس حکم پر فوراً عمل درآمد ہوگا۔ اور یہ ایک ماہ تک نافذ رہیگا۔ صوبائی حکومت نے یہ حکم تحفظ امن عامہ کے آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۰ء کے تحت ۲۹ مئی کو ربوہ ریلوے سٹیشن پر ہونے والے حادثے کے نتیجے میں جاری کیا گیا ہے۔ اس حکم کے تحت روزنامے اور جرائد کسی ایسی خبر یا رپورٹ کو شائع نہیں کر سکیں گے جس کی اشاعت سے مختلف طبقوں یا مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان اتحاد اور بھائی چارگی متاثر ہونے کا خدشہ ہو۔ اس حکم کے تحت ایسی خبروں کی اشاعت پر بھی پابندی ہوگی جن سے کسی فرقے یا مذہب کے آغاز پیش گوئیوں یا الہامات یا عقائد پر زد پڑتی ہو۔ اور جن سے مختلف طبقوں کے درمیان نفرت پیدا ہونے کا خدشہ ہو۔

پریس نوٹ میں کہا گیا ہے کہ اس حکم کی خلاف ورزی قابل تعزیر ہوگی

امروز ۲ جون ۱۹۷۴ء

شیخ بشیر احمد بی اے مرحوم

نماز اور تعمیر کردار

نماز اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے اسے معراج المومنین کہا گیا ہے۔ عربی میں نماز کے لئے لفظ صلوٰۃ استعمال کیا جاتا ہے اس کا مادہ، جیسے کہ اس کی ساخت سے معلوم ہوتا ہے، وصل ہے۔ وصل بدل کر صلۃ بن گیا اور صلۃ کی جمع صلات بنی جسے اصلاح بنانے کی خاطر صلوٰۃ بنا لیا گیا۔ پس صلوٰۃ کے معنی ہیں: اللہ تعالےٰ کے ساتھ ملانے والی عبادت۔ کوئی ایک عبادت جو وصل باری کی مختلف شکلوں کی جامع ہو، صلوٰۃ ہے۔ یہ عبادت الٰہی کی مختلف شکلوں کو جمع کر لیتی ہے۔ اور بندے کو خدا سے ملاتی ہے۔

بندے کا خدا سے تعلق ایک ایسا طبعی تقاضا ہے جسے انسان ہزاروں سال سے محسوس کر رہا ہے۔ یہ تقاضا ویسا ہی جیسے دوسرے طبعی تقاضے مثلاً بھوک، پیاس، آرام، مادی لذات کا احساس، بچے کا ماں کی طرف کھنچنا وغیرہ۔ اس طبعی تقاضے یعنی خدا سے تعلق کو جب دوسری چیزیں غالب آ کر دبا لیتی ہیں۔ اُس وقت انسان اپنی بلند پایہ انسانیت سے گر کر ناشائستہ حرکات کا ارتکاب کرنے لگ جاتا ہے۔

آخرت کا احساس

خدا کے ساتھ رابطہ قائم ہو جائے تو انسان اس مادی زندگی سے پرلی طرف کی غیر مادی زندگی کو محسوس کر لیتا ہے۔ اسے آخرت کی زندگی کہتے ہیں۔ "یہ زندگی" اور "وہ زندگی" دو الگ الگ زندگیاں نہیں ہیں بلکہ زندگی کی دو منزلیں ہیں۔ مرنے کے ساتھ ہی انسان دوسری زندگی میں داخل ہو جاتا ہے۔ وہ زندگی اصل میں اس زندگی کا ماحصل ہے۔ اس زندگی میں انسان جو عمل کرتا ہے۔ ان عملوں کا خلاصہ یا جوہر انسان کے نسمہ (یعنی روح کے اوپر بدن کے نیچے کی تہہ) میں جمع ہو جاتا ہے وہ جوہر اگلی زندگی میں نمودار ہوتا ہے۔ گویا انسان اُس زندگی میں پہنچ کر اس زندگی کے نتیجے اُسی طرح محسوس کر لیتا ہے اور دیکھ لیتا ہے جیسے اس زندگی میں مادی اشیاء کی لذتوں اور تکلیفوں کو محسوس کرتا ہے۔ پس وہ زندگی اسی زندگی کا پرتو ہے اور وہاں انسان اپنے عملوں کے نتیجے پا لیتا ہے۔ اگر انسان میں یہ علم اجاگر ہو جائے کہ وہ اگلی دنیا میں جا کر اپنے اعمال کا نتیجہ پائے گا تو وہ انفرادی اور اجتماعی زندگی ایسے انداز سے بسر کرے گا کہ وہ اگلی زندگی میں راحت پائے لیکن یہ راحت اس زندگی میں کمزور انسانوں، یتیموں اور مسکینوں کی مدد کرنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جو شخص آخرت کی زندگی کا قائل نہیں۔ وہ اس زندگی میں معاشرے کے کمزور افراد ـــــ یتامیٰ اور مساکین ـــــ کی خدمت نہیں کرے گا۔ وہ تو یتیم اور مسکین کی خدمت کرنے سے پہلے یہ سوچتا ہے کہ مجھے اب اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ (آخرت کا سوال تو اس کے سامنے ہوتا ہی نہیں) اگر وہ دیکھتا ہے کہ کسی مسکین کو اس کی ضرورت ایک روپیہ دے کر بعد میں کسی وقت اس سے دو روپے کے برابر خدمت کرائے گا تو وہ اس مسکین کو ایک روپیہ دے گا ورنہ نہیں یہ سرمایہ دارانہ ذہنیت ہے۔ سورہ ماعون میں اس سرمایہ دارانہ ذہنیت کا پردہ فاش کیا گیا ہے۔ أَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ۝ (تو نے اس شخص کو دیکھا جو یوم جزا کو نہیں مانتا)

فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ ذَالِكَ (وہ) الَّذِي (جو) يَدُعُّ (دَعٌّ سختی سے دھکا دینا، دھتکار دینا) (دھتکارتا ہے) يَحُضُّ (کسی کام پر اُبھارنا، برانگیختہ کرنا) طَعَام (کھانا یہ اسم ہے) المسکین (وہ شخص جس کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ ہو)

ایسا شخص یتیم کو اپنے دروازے سے دھتکار دیتا ہے اور کسی ایسی تحریک میں ایک پیسہ بھی نہیں دیتا جس کا مقصد یتامیٰ اور مساکین کی آبادکاری ہو۔ وہ نہ خود یتیموں کو دیتا ہے نہ مساکین کی خدمت کی اجتماعی کوششوں میں حصہ لیتا ہے۔

یہ اس شخص کی ذہنیت ہے جو یوم آخرت کا قائل نہیں ایسا شخص یقیناً لادین ہے۔ آگے دین کا غلط استعمال کرنے والوں کی ذہنیت کا پردہ فاش کیا گیا ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ افسوس ہے نمازیوں پر، وَيْلٌ: افسوس، جہنم کی ایک وادی کا نام بھی ویل ہے مُصَلِّی (مادہ صلوٰۃ) نماز پڑھنے والے لوگ۔

الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝ جو دکھاوا کرتے ہیں۔ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝ اور برتنے کی چیز مانگنے کو نہیں دیتے۔

سَاهُونَ [سَهْوٌ (بھول جانا) سے اسم فاعل] (بھول جانے والے) يَمْنَعُونَ [مَنْعٌ (روکنا)] (منع کرتے ہیں، روکتے ہیں) الْمَاعُونَ: گھر کی عام استعمال کی چیزیں۔

جو لوگ باقاعدہ نماز پڑھتے ہیں گویا ان کا تعلق خدا کے ساتھ قائم ہے۔ ایسے لوگ اپنے غریب ہمسایوں کی کم سے کم جو خدمت کر سکتے ہیں یہ ہے کہ وہ اپنے گھر کی معمولی استعمال کی چیزیں استعمال کے لئے دے دیں۔ لیکن تعلق باللہ کے مدعی اگر اتنی سی بات بھی نہ کر سکیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ یا تو نماز کے اصل مقصد سے بے خبر ہیں یا وہ صرف دکھاوے کی عبادت کرتے ہیں۔ ورنہ خدا کے ساتھ تعلق صحیح ہو تو اس کی راہ میں تو جان و مال سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔ حقیقت میں مساکین اور یتامیٰ کی خدمت ہی اللہ تعالےٰ کے ساتھ محبت کرنے یا اُس کے ہو جانے کی علامت ہوتی ہے مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث آتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالےٰ بندے سے فرمائے گا اے فلاں! میں بیمار، بھوکا اور پیاسا ہوا لیکن تو نے میری بیمار پرسی نہ کی، نہ کھانے کو دیا نہ پانی پلایا۔ بندہ کہے گا کہ پروردگار! تو خالق و مالک ہے تو کیسے بیمار یا بھوکا پیاسا ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ تو نے فلاں مریض کی بیمار پرسی نہ کی یا فلاں غریب بھوکے یا پیاسے کو کھانا نہ دیا یا پانی نہ پلایا۔ اگر تو بیمار پرسی کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا اور کھانا دیتا تو مجھے مل جاتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا پرستی کا امتحان اس شکل میں ہوگا کہ خدا کی کمزور مخلوق کی کتنی خدمت کی گئی۔ اس لئے اس دنیا میں جو لوگ محبت الٰہی کے دعوے دار ہیں۔ وہ سوچ لیں کہ ان کے امتحان کے پرچے میں کیا کیا سوال آئیں گے۔ کیا وہ ان سوالوں کے جواب دینے کی جرأت کریں گے۔

غرض سورۃ الماعون لادینی انسان کی ذہنیت کا پردہ فاش کر کے اصل میں مدعیانِ محبت الٰہی کو سبق دینا چاہتی ہے، کہ اگر وہ واقعی محبت الٰہی کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ تو انہیں اللہ کی کمزور مخلوق کی خدمت کرنی چاہئے۔ اگر وہ یہ نہیں کرتے تو اُن کا دعویٰ محبت الٰہی جھوٹا ہے۔

ایک اور مقام پر نماز کی خاصیت یہ بتائی گئی ہے۔ کہ وہ فحشاء اور منکر سے روکتی ہے۔ فحشاء وہ گناہ ہیں جنہیں سوسائٹی رد کرتی ہے جیسے چوری، زنا، فریب دہی وغیرہ جنہیں کوئی سوسائٹی قبول نہیں کرتی۔ منکر وہ گناہ ہیں جنہیں فطرت انسانی قبول نہیں کرتی جیسے شرک۔ پس نماز پڑھنے سے انسان کی سیرت کی تعمیر ہونی چاہئے۔ اور اسے فحشا اور منکر سے بچ کر نیکی کی طرف مائل ہونا چاہئے اور وہ ہے مخلوق الٰہی کی خدمت، جس کے لئے ہر ایک نماز گزار ذاتی طور پر بھی کوشش کرے اور اس قسم کی ہر ایک اجتماعی کوشش میں بھی حتی المقدور حصہ لے۔

حضرت علامہ

دوست محمد قریشی انتقال فرما گئے

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

تنظیم اہلسنت پاکستان کے مقتدر رہنما جید عالم دین اور عظیم مبلغ و مناظر اسلام حضرت مولانا علامہ دوست محمد قریشی ۲۶ مئی کو رات ۹ بجے اس دار فانی سے رحلت فرما گئے

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

حضرت علامہ مرحوم بھکر میں ایک تبلیغی جلسہ سے خطاب کرنے کے بعد عازم سفر تھے کہ ریلوے سٹیشن پر انہیں دل کا دورہ پڑا۔ جو جان لیوا ثابت ہوا۔ حضرت علامہ مرحوم و مغفور نے اپنی زندگی تبلیغ و اشاعت دین کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ ان کے انتقال سے علمی و دینی حلقوں میں ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ جس کا احساس دیر تک باقی رہے گا۔ وہ ایک بلند پایہ محقق، مصنف، خطیب اور مدرس تھے۔ ان کے شاگردوں میں بے شمار علماء و فضلاء شامل ہیں۔ حضرت علامہ دوست محمد قریشی کی روح محبت رسول اور عشق صحابہؓ سے معمور تھی۔ چنانچہ ان کی علمی و تبلیغی سرگرمیوں کا مرکزی نقطہ ناموس رسالت اور عظمت صحابہؓ کا تحفظ و دفاع تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں رفض و بدعت کے خلاف بیسیوں مناظرے کئے اور ہر جگہ صداقت و حقانیت اسلام کا پرچم بلند رکھا۔ آپ کی نماز جنازہ ۲۷ مئی کو کوٹ ادو میں حضرت مولانا علامہ عبدالستار تونسوی دامت برکاتہم نے پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی تبلیغی اصلاحی خدمات کو بلندی درجات کا ذریعہ بنائے، انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے آمین ــــ (ادارہ)

جارحانہ طرزِ تبلیغ اختیار کرنے کی کسی موقعہ پر اجازت نہیں

خطبہ جمعہ
۲۴؍مئی ۱۹۷۴ء
مرتب
عبدالرشید انصاری

اسلام قبول کرنے کے بعد کسی دوسرے مذہب میں فلاح ونجات تلاش کرنا اسلام سے بغاوت ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفٰی: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَاۤفَّۃً ص وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ہ

(البقرہ۔ آیت ۲۰۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

یعنی جب تم نے اللہ تعالیٰ کو حقیقی معبود اور الٰہ تسلیم کیا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لے آئے اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر چکے ہو۔ تو اب اپنی ذاتی خواہشات، نجی مفادات، گروہی تعصبات اور رنگ ونسل کے اختلافات کو بھول جاؤ۔ اور صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر عمل پیرا ہونے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی کامل تابعداری کرنے کا پورا اور پختہ ارادہ کر لو۔

اسلام قبول کر لینے کے بعد اس بات کا بھی پورا دھیان رہنا چاہیے کہ نفس اور شیطان تمہیں صراط مستقیم سے ہٹا نہ دیں۔ شیطان مسلمانوں کا صریح دشمن ہے۔ مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور دنیا و آخرت کی کامیابی کے راستے پر گامزن ہونا اسے کبھی گوارا نہیں ہو سکتا۔ وہ انہیں راہ راست سے بھٹکانے کے لیے ان کے دلوں میں شریعت اسلامیہ کے متعلق مختلف خدشات پیدا کرنے اور ان کے درمیان بداعتمادی کی مسموم اور زہریلی فضا پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہے گا۔ اس لیے مسلمانوں کو اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جانا چاہیے اپنے عیار دشمن کی فریب کاریوں کو ناکام بناتے ہوئے کفر وظلم کے خاتمہ اور اسلام کی سربلندی کے لیے جہاد میں مشغول ہو جانا چاہیے۔ قرآن کریم نے سچے مومنوں کا تعارف ان مبارک الفاظ میں کر دیا ہے:۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ اُولٰۤئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ہ (الحجرات)

ترجمہ: بے شک سچے مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے (مسلمان) ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"کامل مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی ہر بات کو تہِ دل سے تسلیم کریں اور پھر اس میں کبھی شک نہ لائیں اور اپنی جانوں اور مالوں کے خرچ کرنے سے بھی دریغ نہ کریں۔"

اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ "شانِ مومن" بیان کرتے ہوئے اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:۔

"سچے مومن کی یہ شان ہوتی ہے کہ اللہ و رسولؐ پر پختہ اعتقاد رکھتا ہو اور ان کی راہ میں ہر طرح جان و مال سے حاضر ہے۔"

کامل اور مکمل دین

اسلام وہ دین ہے جس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے ظہور کے وقت اسی طرح ہوئی تھی جیسے قرآن مجید کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہو رہی ہے اور اس کی تکمیل حجۃ الوداع کے موقع پر ایسے ہی ہو گئی تھی جیسے مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ پر قرآن مجید ختم ہو جاتا ہے۔

جیسے قرآن پاک میں کسی سورۃ کسی آیت اور کسی لفظ یا نقطے میں اب نہ تخفیف ہو سکتی ہے نہ اضافہ۔ ایسے ہی اب اسلام میں نہ کسی اضافہ کی ضرورت ہے اور نہ اس کے کسی حکم کو تبدیل کیا جا سکتا ہے اور نہ اس میں کمی ممکن ہے۔ فخر دو عالم سید الانبیاء خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ صدیاں پہلے بلد امین مکہ مکرمہ میں خالق کون ومکان کی طرف سے تاریخ عالم کا یہ عظیم اعلان اپنے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کم و بیش صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی موجودگی میں فرما دیا تھا:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ (سورہ مائدہ آیت ۳)

ترجمہ: آج میں تمہارے لیے دین مکمل کر چکا۔ اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے۔

نبوت محمدیؐ ابدی اور عالمگیر ہے

یعنی اب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے پہلے دنیا میں جتنے بھی صحیفے اور آسمانی کتابیں انبیاء علیہم السلام نے دنیا کے سامنے پیش کیں ان سب کے احکام وقوانین وقتی اور علاقائی تھے۔ اور ایک قوم یا ایک علاقہ کے لوگ ہی ان کی پیروی کرنے کے پابند تھے۔ قرآن مجید عالمگیر انقلاب کا داعی اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے سرچشمۂ رشد وہدایت ہے اس لیے اس کے فرمان بھی ابدی اور عالمگیر ہیں۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت بھی ابدی اور عالمگیر ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَاۤءِ وَالطِّيْنِ ۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کا ابھی خمیر گوندھا جا رہا تھا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَاۤفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ہ (السبا۔ ۲۸)

اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کے لیے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

نئی نبوت اور جدید نبی کی گنجائش ہی نہیں،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میری امت میں ہر سو برس کے بعد ایک مجدد آیا کرے گا جو امت میں اسلامی احکامات پر

عمل پیرا ہونے کا نیا جذبہ پیدا کرے گا اور غیر مسلم اقوام اور ادیانِ باطلہ کے سامنے اسلام کی صداقت و حقانیت نئے زاویوں سے واضح کیا کرے گا۔

حضرت مجدد الف ثانی

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ دنیا میں اس وقت رشد و ہدایت کا خورشید جہاں تاب بن کر طلوع ہوا۔ جب امتِ مسلمہ کی عمر ایک ہزار برس ہو چکی تھی۔ اس لیے آپ کو امام ربانی مجدد الف ثانی رح کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے اور دنیا بھر کے علماء اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا بے حد احترام کرتے ہیں۔

علمائے دیوبند کی مجددانہ خدمات

مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی فرمایا کرتے ہیں کہ عصرِ حاضر میں اکابر دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے مجموعی طور پر مجددیت کا شرف عنایت فرمایا ہے اور حضرت قاری صاحب کا یہ حکیمانہ ارشاد سو فیصد صحیح ہے۔

علماء دیوبند نے امت کی اصلاح اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور دفاع و تحفظ کے لیے جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اس کی مثال وہ آپ ہیں۔ آج دنیا کے کونے کونے میں دیوبند کے فیض یافتہ موجود ہیں جن کی شبانہ روز محنت اور جدوجہد سے ادیانِ باطلہ کو مختلف محاذوں پر شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا اور کروڑوں مسلمان اپنی اصلاح نفس اور تزکیہ باطن کے لیے ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہیں۔

خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور برادرِ معظم حافظ حبیب اللہ مرحوم کی دینی و ملی خدمات پر ہی نظر ڈالیے تو معلوم ہو گا کہ آج ان کے نہ ہونے سے عرب و عجم اور اطرافِ عالم میں برصغیر پاک و ہند کے علاوہ انڈونیشیا سے مراکش تک اور یورپ سے امریکہ اور لاطینی امریکہ تک کروڑوں دل مضطرب اور روحیں بیقرار ہیں۔

حضرت امیر شریعت، حضرت مدنی، مولانا عثمانی حضرت تھانوی، مولانا سندھی، علامہ انور شاہ کشمیری اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا رشید احمد گنگوہی اور بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحہم اللہ تک جتنے اکابر گزرے ہیں ان میں سے ہر ایک کی زندگی اعلائے کلمۃ الحق، زہد و تقویٰ اور حسنِ عمل کا مستقل باب ہے۔

مشیتِ ایزدی نے انہیں اَن گنت صلاحیتیں بخشی تھیں۔ انہوں نے ایک طرف اپنی مجاہدانہ تحریکات سے انگریز جیسے ظالم اسلام دشمن بدیسی حکمرانوں کو یہاں سے چلے جانے پر مجبور کر دیا۔ اور دوسری جانب حضرت میاں اصغر حسین، مولانا محمد الیاس جیسے صوفی منش بزرگوں کے بلند اخلاق اور حسنِ عمل سے ہندو اور سکھ حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

میاں اصغر حسین رح دیوبند میں صفِ اوّل کے جید عالم دین تھے اور مادر زاد ولی تھے۔ ایک دفعہ مجھے فرمانے لگے۔ صاحبزادے! آؤ تمہیں اپنا مہمان خانہ دکھائیں سڑک کے اس پار آبادی میں ایک مسجد تھی جس کے قریب ہی کچھ اور کمرے بنے ہوئے تھے۔ میں اس وقت یہ سن کر حیران رہ گیا۔ جب حضرت میاں صاحب نے فرمایا ہمارے جو مسلمان مہمان ہوتے ہیں وہ تو مسجد میں عبادت کرتے ہیں اور جو غیر مسلم ہوں ان کے لیے ہم نے یہ کمرے بنوائے ہوئے ہیں تاکہ ہمارے ہاں آنے کے بعد اگر وہ اپنے طریق کے مطابق عبادت کرنا چاہیں تو گرجا، مندر اور گوردوارہ نہ تلاش کرتے پھریں۔ بلکہ یہیں عبادت کریں ـــ میاں صاحب کی مجالس میں غیر مسلم بلا جھجک آیا کرتے اور اپنی گھریلو ضروریات اور بیماریوں کے لیے شفاء کاملہ کے لیے دعا کرواتے اور حضرت کبھی تعرض نہ فرماتے۔ اور غیر مسلم محتاج و غریب لوگوں کی بھی مالی اعانت کیا کرتے۔

ایک دفعہ بڑا عجیب واقعہ پیش آیا کہ نمازِ عصر کی جماعت ہونے لگی تو ایک ہندو نوجوان ہمارے ساتھ صف میں آ کھڑا ہوا۔ بھائی حبیب اللہ مرحوم بھی موجود تھے۔ انہیں بڑا غصہ آیا۔ قریب تھا کہ اس کی پٹائی کر دیتے لیکن جب ہم نے اس سے دریافت کیا کہ تم ہندو ہو کر ہمارے ساتھ نماز میں کیوں شریک ہوتے ہو تو اس نے جواب دیا۔ میری پرورش حضرت میاں اصغر حسین صاحب نے کی ہے میں کمسن تھا۔ جب میرے والد کا انتقال ہو گیا۔ دنیا میں ہمارا کوئی سہارا نہ تھا۔ رہائش کی جگہ بھی نہ تھی۔ میری والدہ نے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر امداد کی درخواست کی۔ آپ نے مکان کرائے پر لے دیا۔ میری والدہ نے مجھے ایم اے تک تعلیم بھی دلوائی اور میری والدہ جب بھی کبھی حضرت میاں صاحب رح کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور اپنی گھریلو ضروریات یا میرے تعلیمی مصارف میں مدد کرنے کی درخواست کی۔ تو میاں صاحب رح نے ضرور امداد فرمائی۔ حضرت میاں صاحب رح میرے مربی اور محسن ہیں۔ میں انہیں اپنا باپ سمجھتا ہوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ باپ مسلمان ہو اور بیٹا کافر ہے۔ اس لڑکے کا نام آتم رام گپتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کریمانہ اور تالیف قلب نے آتم رام گپتا کو اسلام کا گرویدہ بنا لیا تھا۔

ایسے ہی شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رح کا معمول تھا آپ بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھایا کرتے تھے اور حال یہ تھا۔ کہ زندگی بھر اپنے لیے کبھی کسی سے قرض نہیں مانگا اور دوسروں کے لیے ہمیشہ مقروض رہتے محتاجوں اور بیوگان کے وظیفے مقرر تھے۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تمیز نہ تھی۔ آپ کا دریچہ جود و سخا ہر محتاج غریب اور مفلس و بےکس کے لیے ہر وقت کھلا رہتا۔

برصغیر کی تاریخ شاہد ہے کہ علماء حق اور مبلغین اسلام کا یہی عظیم کردار تھا۔ جس نے کفرستان ہند میں اسلام کی برتری کا علم لہرا دیا۔ اور پھر مسلمانوں نے اقلیت میں ہونے کے باوجود سینکڑوں برس تک ہندوستان پر حکمرانی کی۔

اسلام نے جارحانہ طرزِ تبلیغ اختیار کرنے کی کسی موقعہ پر اجازت نہیں دی بلکہ اسلام کا پیرو اسلام کے بنیادی اصول لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن ـــ (دین کے معاملہ میں سختی نہیں ہے) کا پابند ہے اس اصول کی خلاف ورزی معصیت خداوندی کے ذیل میں آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص کا ایمان مقبول ہو گا جس نے بلا جبر و اکراہ اور خوف و لالچ اسلام قبول کیا ہو۔ جب کسی نے دل و دماغ کی تمام گہرائیوں کے ساتھ اسلام کی صداقت و حقانیت کو مانتے ہوئے اسے قبول کر لیا تو اب اس پر یہ واجب ہے کہ پوری طرح اسلام کی حدود میں داخل ہو جائے۔ اپنے تمام اعمال کو اس کے تابع کر دے، اسی کو اپنا مقصدِ زندگی قرار دے اور اسلام ہی میں اپنی کامیابی یقین کرے۔ دنیا کے دوسرے ہر مذہب اور ہر نظام سے اپنا رشتہ توڑ لے۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد کسی دوسرے مذہب اور نظامِ زندگی میں فلاح و نجات تلاش کرنا اسلام سے بغاوت ہے۔

اسلام خدا کا مکمل اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا ضامن دین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ جن بزرگوں کے ذریعے ہم تک دین پہنچا ان کا احترام کرنے اور اسلامی احکام پر پوری طرح عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین!

ارشاد حضرت تھانوی رح

● ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خود عمل نہ کرے تو کہنے میں قوت نہیں ہوتی اس لیے اثر کم ہوتا ہے۔ جو شخص خود تقویٰ اختیار کرتا ہے اس کے کہنے کا زیادہ اثر ہوتا ہے بہ نسبت اس کے جو غیر متقی ہو چنانچہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دو جملوں میں جو اثر ہوتا تھا وہ دوسرے واعظوں کی لمبی لمبی تقریروں میں بھی نہ ہوتا تھا۔ جو اثر ان کے اس جملے میں ہوتا تھا کہ "خدا سے ڈرو" وہ دوسروں کے سالہا سال کے وعظ و پند میں نہیں ہوتا تھا۔

۲

اسلام اور عیسائیت

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

صفاتِ خداوندی کے متعلق عہدِ عتیق کا نمونہ

توریت کتاب پیدائش باب نمبر ۶ درس ۵-۶ میں ہے۔

"تب خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا۔ اور نہایت دلگیر ہوا۔ اھ"

اس عبارت سے اوّل تو معاذ اللہ خدا کی جہالت لازم آتی ہے کہ اس کو پہلے سے اس کا علم نہ تھا۔ نیز اس کا نادم اور پشیمان اور دلگیر اور افسردہ ہونا معلوم ہوتا ہے جو خدا کے لیے ممکن نہیں۔

اور زبور (۱۰۶) درس ۴۵ میں ہے۔

"اور اپنی رحمتوں کی فراوانی کے مطابق پچھتایا۔ اھ"

اور کتاب یرمیاہ کے باب ۱۵، درس ۶ میں ہے۔

"پچھتاتے پچھتاتے میں تھک گیا۔" اھ

اور توریت باب گنتی باب ۱۴ درس ۳۰ میں ہے۔

"تم بے شک اس زمین تک نہ پہنچو گے جس کی بابت میں نے قسم کھائی ہے کہ تمہیں وہاں بساؤں گا۔" اھ

اور پھر درس ۳۵ میں ہے۔

"تب تم میری عہد شکنی کو جان لوگے۔" اھ

ان درسوں سے معاذ اللہ خدا کی قسم کا جھوٹا ہونا اور خدا کا عہد شکن اور وعدہ خلاف ہونے کا خدا ہی کے کلام سے صریح اقرار ثابت ہے۔

کتاب پیدائش باب ۳۲ درس ۲۴ میں ہے کہ

"یعقوب سے صبح صادق تک تمام رات خدا کشتی کرتا رہا۔ اور جب صبح کو جانا چاہا تو یعقوب نے بغیر برکت لیے جانے نہ دیا۔"

اوّل کتاب السلاطین باب ۲۲ کے درس ۲۱ میں ہے۔

"ایک روح نکل کے خداوند کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ وہ بولی میں روانہ ہونگی اور جھوٹی روح بن کے اس کے سارے نبیوں کے منہ میں پڑوں گی۔ اور وہ بولا تو اسے ترغیب دے گی اور غالب بھی ہوگی۔ روانہ ہو۔ اور ایسا ہی کر۔ سو دیکھ خداوند نے تیرے لیے ان سب نبیوں کے منہ میں جھوٹی روح ڈالی ہے۔"

کتاب پیدائش باب ۳ باب ۲۲ میں ہے۔

"اور خداوند نے کہا۔ دیکھو! انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کے مانند ہو گیا۔ اور اب ایسا نہ ہو کہ اپنا ہاتھ بڑھاوے اور حیات کے درخت سے کچھ لیوے اور کھاوے اور ہمیشہ جیتا رہے۔" انتہیٰ

العیاذ باللہ! اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ کئی خدا ہیں جو حضرت آدم ان میں سے ایک کے مانند ہو گئے۔ نیز بندہ کا خدا کے مماثل اور مانند ہونا لازم آتا ہے۔ تیسرے یہ لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو حضرت آدم کے ہمیشہ زندہ رہنے سے خوف اور اندیشہ پیدا ہو گیا۔

اور کتاب یسعیاہ کے باب ۳ درس ۱۷ میں ہے۔

"خدا ان کے اندامِ نہانی کو اکھاڑے گا۔" اھ

ناظرین اس باب کو آخیر تک ملاحظہ فرمائیں۔

اور کتاب یسعیاہ باب ۴۷ درس ۲ میں ہے۔

"چکی لے اور آٹا پیس۔ اپنا نقاب اتار اور ساڑھی سمیٹ لے اور ٹانگ ننگی کر۔ اور ندیوں سے ہو کر پیدل جا۔ تیرا بدن ننگا کیا جائے گا۔ بلکہ تیرا ستر بھی دیکھا جائے گا۔"

اور کتاب پیدائش کے باب ۲۹ درس ۳۱ میں ہے۔

"جب خداوند نے دیکھا کہ لیاہ سے نفرت کی گئی۔ اس نے اس کا رحم کھولا۔ بل راحل بانجھ رہی۔"

اور کتاب پیدائش کے باب ۳۰ درس ۲۲ میں ہے۔

"خداوند نے اس کے رحم کو کھولا اور وہ حاملہ ہوئی۔" اھ

اور کتاب ہوسیع کے باب اوّل درس دوم میں معاذ اللہ ایک زناکار عورت اور زنا کی لڑکی لینے کے متعلق خدا کا حکم مذکور ہے۔ یہ پورا باب قابلِ دید ہے۔ اور اسی کتاب کے باب ۳ درس اوّل میں ہے۔

"خداوند نے مجھے فرمایا کہ پھر جا۔ اور ایک عورت سے جو اس کے دوست کی پیاری ہے اس پر زنا کرتی ہے۔ محبت کر۔" اھ

اے پادریو! خدا سے ڈرو۔ کیا یہ چیزیں خدائے قدوس کی قدوسیت کے خلاف نہیں؟ اور کتاب یسعیاہ باب ۲۱ درس ۳ میں ہے۔

"خدا کا کلام اسی طرح مذکور ہے۔ میری کمر میں ٹیس ہے۔"

اور کتاب یسعیاہ باب ۶۴ درس ۷ میں ہے۔

"اے خدا تو ہمارا باپ ہے ہم مائی ہیں .... اور تو ہمارا کمہار ہے۔" اھ

اور کرنتھیوں کے نامہ اوّل باب اوّل درس ۲۵ میں ہے۔

"خدا کی بیوقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی ہے۔"

اور نامہ عبرانیین باب ۱۲ درس ۲۹ میں ہے۔

"ہمارا خدا خاک کر دینے والی آگ ہے۔"

اور نامہ عبرانیین کے باب دہم درس ۳۱ میں ہے۔

"زندہ خدا کے ہاتھوں میں پڑنا ہولناک بات ہے۔"

کتاب یرمیاہ کے باب ۳۲ درس ۱۸ میں ہے۔

"باپ دادوں کی بدکاریوں کا بدلہ ان کے بعد ان کے فرزندوں کی گود میں رکھتا ہے۔"

نصاریٰ کے نزدیک یہ عدلِ خداوندی اور انصافِ الٰہی کا نمونہ ہے۔

صفاتِ انبیاء

قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بے شمار آیات اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ وہ حضرات جن کو حق جل وعلا نے اپنی نبوت اور رسالت کے لیے منتخب فرمایا ہو۔ اور مکارمِ اخلاق اور محاسنِ افعال کی تعلیم اور گمراہی اور اخلاقِ قبیحہ سے بچانے کے لیے اور دلوں کو پاک اور صاف، مزکّیٰ اور مجلّیٰ بنانے کے لیے بھیجا ہو۔ ان کے اوصاف حسبِ ذیل ہونے چاہئیں۔

(۱) وہ سرتاپا محاسنِ اخلاق اور محاسنِ آداب کا نمونہ ہونے چاہئیں۔ ہر قسم کی گمراہی اور ہر بری خصلت سے پاک اور منزہ ہوں۔

(۲) ان کے قلوب خدا کی عظمت اور جلال اور اس کی محبت سے لبریز ہوں۔

(۳) سچے اور راستباز ہوں۔ قول اور عمل میں۔ نیت میں اور ارادہ میں سچے ہوں۔ ان کے کسی قول اور عمل میں کذب کا شائبہ بھی نہ ہو۔ معاذ اللہ دروغ گو نہ ہوں۔

(۴) اللہ کے مخلص بندے ہوں۔ ان کا جو کام بھی ہو وہ خالص اللہ کے لیے ہو۔ نفسانی غرض کا کہیں نام و نشان نہ ہو۔ اللہ کا مخلص وہی ہے جو خالص اللہ کا ہو۔ غیر اللہ کا اس میں شائبہ نہ ہو۔

(۵) ان حضرات کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہو۔ ان کا کلام سن کر علم اور معرفت میں اضافہ ہو۔ ان کا عمل دیکھ کر آخرت کی رغبت پیدا ہو۔

(۶) ان کا کوئی عمل ان کے کسی قول کے خلاف نہ ہو۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ لوگوں کو نصیحت کریں اور خود اس پر عمل پیرا نہ ہوں۔

دوسروں کو نصیحت کرنا اور خود اس کے خلاف کرنا علاوہ اس کے کہ دیگراں را نصیحت و خود را فضیحت کا مصداق ہے۔ لوگوں کے لیے موجبِ نفرت و حقارت ہے معاذ اللہ نبی جب لوگوں کی نظروں میں حقیر و ذلیل ہو گیا تو پھر اس کی نصیحت کیا کارگر ہو سکتی ہے۔

(۷) قابلِ نفرت اور خلافِ مروت امور سے بالکلیہ پاک اور منزہ ہوں۔

(۸) خدا کا پیغام پہنچانے میں کسی سے خائف نہ ہوں۔ قال تعالیٰ۔ الذین یبلغون رسالات اللہ و یخشونہ ولایخشون احدا الا اللہ

انبیاء کی شان یہ ہے کہ اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں۔ اور صرف اللہ سے ڈرتے ہیں اور سوائے اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتے۔

(۹) طالب دنیا اور شہوت پرست۔ شرابی اور کبابی چور اور زانی نہ ہوں۔

(۱۰) مشرک اور بت پرست نہ ہوں بلکہ بجائے اس کے ان کے قلوب توحید و تفرید حب الٰہی اور توکل سے معمور ہوں۔

(۱۱) ثابت النسب ہوں۔ معاذ اللہ ولد الزنا نہ ہوں۔

(۱۲) غیر اللہ کی پرستش سے لوگوں کو منع کرتے ہوں۔ معاذ اللہ بت پرستوں اور بت تراشوں کے معین و مددگار نہ ہوں۔

از روئے قرآن و حدیث انبیاء و مرسلین کی یہ شان ہونی چاہیے جو ہم نے ذکر کی ہے۔

اب سنئے

کہ موجودہ توریت و انجیل انبیاء کی کیا شان بتلاتی ہے۔

معاذ اللہ بقول یہود و نصاریٰ حضرت نوح علیہ السلام کا شراب پینا اور برہنہ ہونا۔ کتاب پیدائش باب ۹ درس ۲۱ میں مذکور ہے۔

اور معاذ اللہ بقول یہود و نصاریٰ حضرت ہارون علیہ السلام کا گوسالہ بنانا اور لوگوں سے اس کی پرستش کرانا۔ اس کے لیے دیکھو کتاب خروج باب ۳۲۔ از درس اول تا درس دہم۔

اور معاذ اللہ بقول یہود و نصاریٰ حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک عورت کو نہاتے دیکھ کر اس پر فریفتہ ہونا۔ اور پھر حیلہ سے اس کے شوہر کو قتل کرنا۔ الی غیر ذلک من الخرافات اس کے لیے دیکھو کتاب دوم سموئیل باب ۱۱۔ از درس ۲ تا ختم باب۔

اور معاذ اللہ بقول یہود و نصاریٰ۔ حضرت لوط علیہ السلام کا شراب پینا اور اپنی صاحبزادیوں سے ہم بستر ہونا۔ اور دونوں کا حاملہ ہونا اور پھر ان سے اولاد پیدا ہونا۔ دیکھو کتاب پیدائش باب ۱۹۔ درس ۳۰ تا ختم باب۔

اور معاذ اللہ بقول یہود و نصاریٰ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جھوٹ بولنا۔ دیکھو اول کتاب السلاطین باب ۲۲ درس ۲۱ جیسا کہ عنقریب گزرا۔

یہود احراری کا منجملہ بارہ حواری کے تیس روپے لے کر حضرت مسیح کو یا بعنوان دیگر علی زعم النصاریٰ تیس روپے رشوت لے کر اپنے خدا کو گرفتار کرا دینا۔ اور پھر اپنے آپ کو پھانسی دے کر حرام موت مرجانا اور بعض دیگر کا حضرت مسیح سے انکار کرنا اور معاذ اللہ حضرت مسیح پر لعنت بھی کرنا۔ یہ سب انجیل متی کے باب ۲۶ میں بالتفصیل مذکور ہے۔

افسوس اور صد افسوس

کہ نصاریٰ اپنے زعم فاسد سے باوجود شرک اور بت پرستی کذب اور دروغ گوئی۔ زناکاری اور شراب خوری کے کسی کو نبی اور پیغمبر تسلیم کرلیں۔ مگر اس ذات ستودہ صفات یعنی نبی امی فداہ نفسی وابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کریں کہ جس کی نظر کیمیا اثر نے ایک عظیم الشان خطہ کے شرک اور بت پرستی کو توحید و تفرید سے اور جہل کو علم سے اور کذب و خیانت کو صدق و امانت سے اور بے شرمی و بے حیائی کو عصمت و عفت سے اور ان کے رذائل کو شمائل سے اور ان کے نتائج کو محاسن سے اور ان کے معائب کو مناقب سے یک لخت بدل دیا ہو۔ اور جاہلوں کو علم الٰہیات علوم اخلاق اور سیاست ملکیہ و مدنیہ اور علم معاملات و عبادات میں رشک افلاطون اور جالینوس بنا دیا ہو اور اگر شک ہے تو اہل اسلام کی تصانیف کا حکماء عالم کی کتابوں سے موازنہ کرلیا جائے۔ معلوم ہوجائے گا کہ تحقیق و تدقیق میں تمام عالم پر سبقت لے گئے ہیں۔

مسئلہ نجات

خداوند ذوالجلال کے قہر اور عذاب سے نجات کا اصل دارومدار تو اس کے فضل و کرم پر ہے۔ کما قال تعالیٰ

ووقاھم عذاب الجحیم فضلا من ربک۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب جہنم سے محض اپنے فضل سے بچایا۔

رہا یہ امر کہ خدا کا فضل و کرم کس پر ہوتا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کا فضل اس پر ہوتا ہے کہ جو خدا کی طرف متوجہ ہو۔ اور اس پر ایمان لائے۔ اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا اقرار اور عہد کرلے اور جن امور کے کرنے کا حکم دے ان کو بجالائے اور جن امور سے منع کرے۔ ان سے اجتناب اور پرہیز کرے اور اس اطاعت و فرمانبرداری کے عہد اور پیمان کے بعد اگر کوئی تقصیر اور گناہ دانستہ یا نادانستہ سرزد ہوجائے تو بہزار ندامت و شرمساری اور بہزار گریہ و زاری سچے دل سے خداوند ذوالجلال کے سامنے توبہ اور استغفار کرے۔ اس وقت خداوند ذوالجلال کی طرف سے عفو اور مغفرت کا وہ بادل برسے گا کہ گناہ کی نجاست اور گندگی کا نام و نشان باقی نہ رہے گا بلکہ توبہ اور استغفار سے صرف گناہ ہی معاف نہیں ہوتے بلکہ سیئات کو حسنات سے بدل دیا جاتا ہے۔ کما قال تعالیٰ

الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا
فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات
وکان اللہ غفورا رحیما

جس شخص نے کفر اور شرک سے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک کام کئے۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کی برائیوں کو بھلائیوں اور نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔

یہ ہے اسلامی طریقہ نجات جو قرآن اور حدیث میں بکثرت مذکور ہے اور یہی عقل کے مطابق ہے اور یہی کتب سابقہ کی تعلیم ہے۔ آیات اور احادیث کے علاوہ کتب سابقہ کے تفصیلی حوالے ہم علم الکلام میں ذکر کرچکے ہیں۔ وہاں دیکھ لیے جائیں۔

اب نجات کا وہ انوکھا اور نرالا طریقہ سنئے جو نصاریٰ نے اختراع کیا ہے کہ حضرت آدم سے جو بھولے سے گناہ ہوگیا تھا وہ باوجود استغفار کے کسی طرح معاف نہ ہوا۔ اور باپ کی اس غلطی کی وجہ سے تمام اولاد گنہگار ٹھہری حتٰے کہ انبیاء و مرسلین بھی اس سے پاک نہ رہے۔ چونکہ گناہ کا معاف کردینا تو شان عدل و انصاف کے خلاف تھا۔ اس لیے خدا نے چاہا کہ عدل و انصاف بھی ہاتھ سے نہ جائے اور بندوں پر رحم و کرم بھی ہوجائے۔ اس لیے خدا نے بندوں کی نجات کی یہ راہ نکالی کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو صلیب پر چڑھایا کہ وہ لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے اور ان کے لیے باعث نجات ہو۔

ناظرین کرام! آپ نے یہ نجات کا نرالا اور انوکھا طریق سن لیا۔ اگر کسی حاکم کے اجلاس پر کوئی قتل کا مقدمہ پیش ہو۔ اور حاکم بجائے مجرم کے اپنے عزیز لخت جگر کو پھانسی کا حکم دے دے تو اس حاکم کو اگر دیوانہ اور احمق نہ سمجھیں تو کیا سمجھیں۔

(۱) عجیب بات ہے کہ گنہگار کو معاف کردینا تو شان عدل کے خلاف ہے مگر ایک معصوم اور بے گناہ کو صلیب پر چڑھا دینا یہ شان عدل کے خلاف نہیں۔

(۲) نیز اگر موت کی گناہ کی جزاء اور کفارہ ہے تو ہر انسان مرتا ہے۔ وہی موت اس کے گناہوں کا کفارہ بن سکتی ہے حضرت مسیح کو صلیب دینے کی کیا حاجت ہے۔

(۳) باپ کے قصور میں بیٹے کو پکڑنا نہ عقل اس کی اجازت دیتی ہے اور نہ کسی دین اور ملت نے اس کو آج تک روا رکھا ہے۔ خیر اگر باپ کے جرم میں بیٹے ہی کو پکڑنا تھا تو حضرت آدم کے کسی صلبی بیٹے کو صلیب پر چڑھا دینا تھا۔ مثلاً قابیل ہی کو پھانسی دے دی جاتی۔ جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تھا۔ پانچ ہزار سال بعد ایک معصوم اور بے گناہ بیٹے کو صلیب پر چڑھانا سراسر خلاف عقل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:۔

ام لم ینبأ بما فی صحف موسیٰ وابراھیم
الذی وفی الا تزر وازرۃ وزر اخری
وان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیہ
سوف یری

کیا اس شخص کو اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی۔ جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے کہ جس شخص نے اپنے رب کے احکام کی پوری پوری بجا آوری کی۔ وہ مضمون یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کا گناہ اور بوجھ اپنے اوپر نہ اٹھائے گا اور ایک یہ کہ انسان کو ایمان کے بارے میں اپنی ہی کمائی نفع دے گی۔ دوسرے کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا۔

چنانچہ توریت استثناء۔ باب ۲۴ درس ۱۶ میں ہے

اولاد کے بدلے باپ دادے مارے نہ جائیں۔ نہ باپ دادوں کے بدلے اولاد قتل کی جائے اور ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائے گا۔ اھ

اور کتاب حزقیل باب ۱۸ ورس ۲۰ میں ہے :-

"وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو وہی مرے گی۔
بیٹا باپ کی بدکاری کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔
اور نہ باپ بیٹے کی بدکاری کا بوجھ اٹھائیگا۔
صادق کی صداقت اسی پر ہوگی اور شریر کی
شرارت اسی پر پڑے گی۔" اھ

اور کتاب الامثال باب ۱۱ ورس ۸ میں ہے :-

"صادق مصیبت سے رہائی پاتا ہے اور اس کے
بدلے شریر پکڑا جاتا ہے۔" اھ

اور ایسا ہی مضمون کتاب الامثال باب ۲۱۔ ورس ۱۸ میں ہے :-

"اسی طرح اہل اسلام کہتے ہیں کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو صحیح و سالم آسمان پر اٹھا لیا اور ایک کافر و فاجر کو حضرت مسیح کا شبیہ اور مثیل بنا کر بطور فدیہ قتل کرا دیا۔"

یاد رکھنا چاہیے کہ قتل کا مسئلہ توریت اور انجیل سے نہ کہیں صراحۃً ثابت ہے اور نہ اشارۃً۔ محض یار لوگوں کی ایجاد ہے اور نہ یہ مسئلہ تمام علمائے نصاریٰ کے نزدیک مسلّم اور متفق ہے۔ بہت سے فرقے واقعۂ قتل و صلب کے منکر ہیں جیسا کہ پادری سیل نے ترجمہ قرآن سورہ آل عمران میں ان فرقوں کا ذکر کیا ہے جو اس کے منکر ہیں۔ اصل کی مراجعت کی جائے۔

قرآن کریم کا توریت و انجیل سے تقابل

قرآن کریم میں جا بجا توریت، انجیل اور زبور کا ذکر آیا ہے اور بار بار یہ بتلایا گیا ہے کہ یہ سب اللہ کی کتابیں تھیں جو حضرت موسےٰ، حضرت عیسےٰ اور حضرت داؤد علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اتاری گئیں۔ اور اسی طرح دوسرے پیغمبروں کے صحیفوں کا بھی ذکر ہے۔ اہل اسلام بلاتفریق ان کتابوں اور صحیفوں پر ایمان رکھتے ہیں کہ جو اللہ تعالےٰ نے گزشتہ انبیاء و مرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین پر نازل فرمائیں۔ لیکن موجودہ توریت و انجیل۔ وہ توریت و انجیل نہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں اصل توریت و انجیل کا تو کہیں نام و نشان بھی نہیں جس کا خود علماء یہود و نصاریٰ کو اعتراف و اقرار ہے۔

کتب سماویہ کا جو مجموعہ اس وقت اہل کتاب کے ہاتھ میں ہے اور جس کو وہ بائبل[1] کہتے ہیں۔ اس وقت اس میں اور قرآن کریم میں کچھ فرق بتلانا چاہتے ہیں تاکہ طالبان حق اندازہ کرسکیں۔

فرق اوّل

توریت اور انجیل میں لفظی اور معنوی تحریف اور قسم قسم کا تغیر و تبدل خود علماء یہود و نصاریٰ کے اقرار اور اعتراف سے ثابت ہے۔ اور قرآن کریم کا تحریف اور تبدیل سے پاک اور منزہ ہونا اظہر من الشمس ہے کہ مخالفین اور معاندین کو بھی سوائے اقرار کے اور اعتراف کے چارہ نہیں۔ جس طرح قرآن کریم حفاظت میں بے نظیر ہے۔ اسی طرح موجودہ توریت و انجیل تحریف میں بے مثال ہے۔ دنیا کی کسی کتاب میں اتنی تحریف نہیں ہوئی جتنی کہ توریت اور انجیل میں ہوئی اور اس درجہ تحریف ہوئی کہ اصل اور جعل میں امتیاز کرنا مشکل ہوگیا۔

فرق دوم

موجودہ توریت کے مضامین خود اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ یہ توریت وہ توریت نہیں جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی بلکہ موسےٰ علیہ السلام کے بعد کسی نامعلوم شخص کی تصنیف ہے۔

شاہد اوّل :- چنانچہ توریت کتاب استثناء باب ۳۴ میں ہے :-

"سو موسیٰ خداوند کا بندہ خداوند کے حکم کے
مطابق مواب کی سرزمین میں مر گیا۔ اور اسے
مواب کی ایک وادی میں بیت فغور کے
مقابل گاڑا۔ پر آج کے دن تک کوئی اس
کی قبر کو نہیں جانتا۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس واقعہ کا لکھنے والا شخص موسےٰ علیہ السلام کی وفات کے عرصہ دراز کے بعد کا ہے۔

شاہد دوم :- کتاب پیدائش باب ۳۵ ورس ۲۱ میں ہے :-

"پھر بنی اسرائیل نے کوچ کیا اور اپنا خیمہ
عیدر کے ٹیلے کے اس پار ایستادہ کیا۔" انتہیٰ

عیدر ایک منارہ کا نام ہے جو شہر یروشلم کے دروازے پر موسےٰ علیہ السلام کے صدہا برس بعد بنایا گیا۔

شاہد سوم :- سفر عدد باب ۲۱ ورس ۳ میں ہے :-

"چنانچہ یہوواہ نے بنی اسرائیل کی آواز سنی اور
کنعانیوں کو گرفتار کرا دیا۔ اور انہوں نے
انہیں اور ان کی بستیوں کو حرم کر دیا اور اس
مکان کا نام حرمہ رکھا۔" انتہیٰ

حالانکہ یہ واقعہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے زمانہ کا تو کیا۔ حضرت یوشع علیہ السلام کے بھی بعد کا ہے۔ اس لیے مفسرین توریت نے مجبور ہو کر اس مقام پر یہ کہہ دیا ہے کہ یہ جملے الحاقی ہیں جن کو عزیر علیہ السلام نے ملایا ہے۔ مگر محض عزیر علیہ السلام کا نام لے دینا کافی نہیں۔ جب تک کوئی دلیل اور سند نہ ہو۔ سیاق اور سباق سے صاف ظاہر ہے کہ اوّل سے آخر تک تمام کلام متصل اور یکساں ہے۔ کوئی قرینہ ایسا نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ کلام الحاقی ہے اور علیٰ ہذا عہد جدید کی تمام کتابیں بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بعد لکھی گئیں جن کا زمانہ تالیف اب تک متعین نہ ہو سکا۔ علماء نصاریٰ کا اس میں شدید اختلاف ہے کہ اناجیل اربعہ کس سنہ میں تالیف ہوئیں۔ دو انجیلوں کے مصنف تو وہ ہیں کہ جنہوں نے حضرت عیسےٰ کو دیکھا بھی نہیں۔ ایک مرقس دوسرا لوقا۔ محض سُنی سنائی باتیں لکھ دی ہیں اور متی اور یوحنا اگر حواری بھی ہیں تو کچھ واقعات تو وہ لکھے ہیں کہ جو ان پر گزرے ہیں اور کچھ سنے سنائے تمام واقعات لکھے ہیں۔ ان کتابوں کو حضرت مسیح سے وہی نسبت ہے جو سکندر نامہ کو سکندر سے اور رامائن کو راجہ رام چندر سے ہے۔ موجودہ اناجیل کو الہامی کتاب کہنا بالکل غلط ہے بخلاف قرآن کریم کے زمانہ نزول میں کوئی اختلاف نہیں۔ تئیس سال میں تھوڑا تھوڑا ہو کر نازل ہوا۔ ایک جماعت کاتبین وحی کی خاص اسی کام کے لیے تھی۔ جب کوئی آیت نازل ہو تو فوراً لکھ لی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ خود بھی حافظ تھے اور حضرات صحابہ میں بھی بہت سے حافظ تھے خلاصہ یہ کہ قرآن کریم من اولہ الی آخرہ بلاکم و کاست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں محفوظ ہو چکا تھا فقط اوراق ہی پر نہیں لکھا گیا تھا۔ بلکہ قلوب اور صدور کے الواح پر کندہ ہو چکا تھا۔

فرق سوم

اہل کتاب جس کتاب کو جس مصنف کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس کی کوئی سند متصل ان کے پاس نہیں۔ بخلاف اہل اسلام کے کہ ان کے پاس تو کتب حدیث کی بھی سند موجود ہے۔

قرآن کریم کے حافظ تو ہر زمانہ میں بے شمار ہوتے ہی چلے آئے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ تا قیام قیامت یوں ہی سلسلہ جاری رہے گا کہ ہر شہر اور ہر گاؤں میں عورتیں اور بچے، جوان اور بوڑھے، بینا اور نابینا حافظ ہوتے رہیں گے۔ بلکہ اس امت میں تو بحمد اللہ تعالیٰ ہزاروں ہزار حدیث کے بھی حافظ گزرے ہیں۔ ساری دنیا کی قومیں اگر چاہیں تو کوئی اپنی کتاب کا کچا پکا حافظ پیش کر دیں۔ تو خدا کی قسم نہیں پیش کر سکتیں۔ اگر میں غلط کہہ رہا ہوں تو لائیں اور پیش کریں۔ یہود اور نصاریٰ توریت اور انجیل کا کوئی حافظ دکھلائیں۔ اور ہنود وید کا کوئی حافظ دکھلائیں۔

فرق چہارم

توریت اور انجیل کے نسخے باہم اس قدر مختلف ہیں کہ وہ اختلافات شمار میں بھی نہیں آسکتے۔ دوسری مرتبہ کی طبع شدہ بائبل، پہلی مرتبہ کی طبع شدہ بائبل کے کبھی مطابق اور موافق نہیں ہو سکتی۔ جدید نسخے قدیم نسخوں کے مخالف ہیں۔ نصاریٰ کے پاس کے نسخے ان نسخوں کے مخالف ہیں جو یہود کے پاس ہیں۔ نصاریٰ میں جو فرقے ہیں ان کے نسخے باہم مختلف ہیں۔ ایک فرقے کا نسخہ دوسرے فرقے کے نسخہ کے بالکل مخالف ہے۔ بخلاف قرآن کریم کے۔ اس کے نسخوں میں کہیں ایک نقطہ اور ایک شوشہ کا بھی خلاف نہیں۔ ساڑھے تیرہ سو سال کے نسخے مطبوعہ ہوں یا غیر مطبوعہ۔ جدید ہوں یا قدیم۔ مشرق کے ہوں

---

[1] بائبل یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی کتاب کے ہیں۔

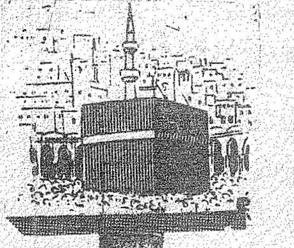

بصائر و عبر

شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد یوسف بنوری مدظلہ!

آج کل دنیا طرح طرح کے فتنوں کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے، ان سب فتنوں میں ایک بنیادی اور بڑا فتنہ "پیٹ" کا ہے — شکم پروری و تن آسانی زندگی کا اہم ترین مقصد بن کر رہ گیا ہے، ہر شخص کا شوق ہے کہ لقمۂ تر اس کی لذت کام و دہن کا ذریعہ بنے، اور یہ فتنہ اتنا عالمگیر ہے کہ بہت کم افراد اس سے بچ سکے ہیں، تاجر ہو یا ملازم، اسکول کا ٹیچر ہو یا کالج کا پروفیسر، دینی درسگاہ کا مدرس ہو یا مسجد کا امام۔ اس آفت میں سبھی مبتلا نظر آتے ہیں، ہاں فرق مراتب ضرور ہے زہد و قناعت، ورع و تقویٰ اور اخلاص و ایثار جیسے اخلاق و فضائل اور ملکات کا نام و نشان نہیں ملتا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج پورا عالم ساز و سامان کی فراوانی کے باوجود حرص و آز طمع و لالچ اور زر طلبی و شکم پروری کی بھٹی میں جل رہا ہے، اور کرب و اضطراب بے چینی و بے اطمینانی اور حیرت و پریشانی کا دھواں ہر چہار سمت پھیلا ہوا ہے۔

دراصل اس فتنۂ جہاں سوز کا بنیادی سبب یہی ہے جس کی نشاندہی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، آخرت کا یقین بے حد کمزور — اور آخرت کی نعمتوں اور راحتوں کا تصور قریباً ختم ہو چکا، مادی نعمتیں اور ان کا تصور اس قدر غالب ہے کہ روحانی قدریں مضمحل ہو چکی ہیں، یہی وجہ ہے۔ آج انسانوں کی چھوٹائی بڑائی، عزت و ذلت اور بلندی و پستی کی پیمائش ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم کے پیمانے سے نہیں ہوتی بلکہ "پیٹ اور جیب" کے پیمانے سے ہوتی ہے، مادیت کے اس سیلاب میں پہلے ایمان و یقین رخصت ہوا، پھر انسانی اخلاق ملیامیٹ ہوئے، پھر اسوۂ نبوت سے وابستگی کمزور ہو کر "اعمال صالحہ" کی فضا ختم ہوئی، پھر معاشرت و معاملات کی گاڑی لائن سے اتری، پھر سیاست و تمدن تباہ ہوا اور اب مادیت کا یہ طوفان انسانیت کو بہیمیت کے گڑھے میں دھکیل رہا ہے، افراتفری اور بے اصولی، آوارگی و بے راہ روی، اور بے رحمی و شقاوت۔ کا وہ دور دورہ ہے کہ الامان والحفیظ۔

الغرض اس "پیٹ" کے فتنے نے ساری دنیا کی کایا پلٹ کر ڈالی۔ دنیا بھر کے عقلا "پیٹ" کی فتنہ سامانی کے سامنے بے بس نظر آتے ہیں، وہ اس فتنہ کے ہولناک نتائج کا تدارک بھی کرنا چاہتے ہیں مگر صد حیف کہ علاج کے لئے ٹھیک وہی چیز تجویز کی جاتی ہے جو خود سببِ مرض ہے۔ درحقیقت انبیاء علیہم السلام ہی انسانیت کے نباض ہیں اور انہی کا تجویز کردہ علاج اس مریض کے لئے کارگر ہوتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہولناک مرض کی تشخیص بہت پہلے فرما دی تھی، چنانچہ ارشاد فرمایا:

واللہ لا الفقر اخشٰی علیکم ولکن اخشٰی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا فتھلککم اھلکتھم (بخاری و مسلم)

بخدا! مجھے تم پر فقر اندیشہ قطعاً نہیں، بلکہ اندیشہ یہ ہے کہ تم پر دنیا پھیلائی جائے، جیسا کہ تم سے پہلوں پر پھیلائی گئی پھر تم پہلوں کی طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو، پھر اس نے جیسے ان کو برباد کیا تمہیں بھی برباد کر ڈالے۔

لیجئے یہ تھا وہ نقطۂ آغاز جس سے انسانیت کا بگاڑ شروع ہوا۔ یعنی دنیا کو نفیس اور قیمتی چیز سمجھنا اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اس پر جھپٹنا۔ پھر آپؐ نے تشخیص پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے لئے ایک جامع نسخۂ شفا بھی تجویز فرمایا۔ جس کا ایک جزء اعتقادی ہے اور دوسرا عملی۔

اعتقادی جزء یہ کہ اس حقیقت کو ہر موقع پر مستحضر رکھا جائے کہ اس دنیا میں ہم چند لمحوں کے مہمان ہیں، یہاں کی ہر راحت و آسائش بھی فانی ہے اور ہر تکلیف و مشقت بھی ختم ہونے والی ہے، یہاں کے لذائذ و شہوات آخرت کی بیش بہا نعمتوں اور ابد الآباد کی لازوال راحتوں کے مقابلہ میں کالعدم اور ہیچ ہیں۔ قرآن کریم اس اعتقاد کے لیے سراپا دعوت ہے اور سینکڑوں جگہ اس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے۔ سورہ الاعلیٰ میں نہایت بلیغ، مختصر اور جامع الفاظ میں اس پر تنبیہ فرمایا:

کلا بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا والاٰخرۃ خیر و ابقٰی

کان کھول کر سن لو (کہ تم آخرت کو اہمیت نہیں دیتے) بلکہ دنیا کی زندگی کو (اس پر) ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت (دنیا سے) بدرجہا بہتر اور لازوال ہے۔

اور عملی حصہ اس نسخہ کا یہ ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری میں مشغول ہوا جائے، اور بطور پرہیز کے حرام اور مشتبہ چیزوں کو زہر سمجھ کر ان سے کلی پرہیز کیا جائے اور یہاں کے لذائذ و شہوات میں انہماک سے کنارہ کشی کی جائے، دنیا کا مال و اسباب، زن و فرزند، خویش و اقرباء اور قبیلہ و برادری کے سارے قصے زندگی کی ایک ناگزیر ضرورت سمجھ کر صرف بقدر ضرورت ہی اختیار کیے جائیں ان میں سے کسی چیز کو بھی دنیا میں عیش و عشرت اور لذت و تنعم کی زندگی گذارنے کے لئے اختیار نہ کیا جائے نہ یہاں کی عیش کوشی کو زندگی کا مقصد اور موضوع بنایا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

ایاک والتنعم، فان عباد اللہ لیسوا بالمتنعمین

عیش و تنعم سے پرہیز کرو، کیونکہ اللہ کے بندے عیش پرست نہیں ہوتے۔

تعجب ہے کہ اگر کسی ڈاکٹر کی رائے ہو کہ دودھ، گھی، گوشت چاول وغیرہ کا استعمال مضر ہے تو اس کے مشورے اور اشارے سے تمام نعمتیں ترک کی جا سکتی ہیں، لیکن خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات اور وحی آسمانی کے صاف احکام پر ادنیٰ سے ادنیٰ لذت کا ترک کرنا گوارا نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل و اصحابؓ کی زندگی اور معیار زندگی کو اول سے آخر تک دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی نعمتوں سے دل بستگی سراسر جنون ہے،

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کا قصہ مروی ہے کہ کچھ لوگوں پر ان کا گذر ہوا، جن کے سامنے بھنا ہوا گوشت رکھا تھا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو کھانے کی دعوت دی، آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی"۔ مہینوں پر مہینے گذر جاتے مگر کاشانۂ نبوت میں نہ رات کو چراغ جلتا نہ دن کو چولہا گرم ہوتا، پانی اور کھجور پر گذر بسر ہوتی وہ بھی کبھی میسر آتیں کبھی نہیں، تین تین دن کا فاقہ ہوتا، کمر سیدھی رکھنے کے لئے پیٹ پر پتھر باندھے جاتے، اور اسی حالت میں جہاد و قتال کے معرکے ہوتے، الغرض زہد و قناعت، فقر و فاقہ، بلند ہمتی و جفاکشی اور دنیا کی آسائشوں سے بے رغبتی اور نفرت و بیزاری سیرت طیبہ کا طغرائے امتیاز تھی، اپنی حالت کا اس "پاک زندگی" سے مقابلہ کرنے کے بعد ہم میں سے ہر شخص کو شرم آنا چاہیئے، ہمارا یہاں سارا مسئلہ روٹی اور پیٹ کا ہے اور وہاں یہ سرے سے کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ زندگی با مقصد

بقیہ: اسلام اور عیسائیت

یا مغرب کے سب ایک ہیں۔ جیسا کہ دنیا دیکھ رہی ہے عیاں را چہ بیاں

فرق پنجم

ان کتابوں میں بکثرت ایسے مضامین پائے جاتے ہیں کہ جو حق تعالیٰ شانہٗ کی شان و تقدیس و تنزیہ اور حضرات انبیاء کرام کی شان عصمت کے بالکل خلاف ہیں مثلاً معاذ اللہ انبیا کا شراب پینا، جھوٹ بولنا، بت پرستی اور زنا کرنا وغیر ذٰلک۔ جیسا کہ بالتفصیل ہم حوالجات سے ثابت کر چکے ہیں۔ قرآن کریم حضرات انبیاء کو ان تمام باتوں سے پاک اور منزہ بتلاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے

فرق ششم

ان کتابوں کے مضامین کا باہم مختلف اور متعارض ہونا یہ بھی ان کے غیر الہامی ہونے کی دلیل ہے۔ کما قال تعالیٰ:-

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔

مولانا عبد الحق صاحبؒ مفسر تفسیر حقانی اپنے مقدمہ تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

ان مواقع میں مفسرین اہل کتاب لاچار ہو کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ سہو کاتب ہے۔ خود پادری فنڈر نے مباحثہ دینی مطبوعہ اکبر آباد میں لاکھ سے زیادہ تسلیم کئے ہیں۔ چنانچہ ص ۳۶ میں لکھتے ہیں کہ گریسباخ نے ایسے غلط مقامات ایک لاکھ پچاس ہزار گنے ہیں اور انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کی جلد ۱۹ بیان اسکرپچر میں لکھا ہے کہ فاضل وٹسٹین نے ایسے مقامات دس لاکھ سے زیادہ گنے ہیں۔ انتہیٰ۔ اب جب کہ ایسے بڑے محققین اقرار کرتے ہیں تو آج کل کے کرسچین یا شنٹ پادری کا انکار کیا وقعت رکھتا ہے۔ (مقدمہ تفسیر حقانی ج ۱ ص ۵۹۶)

حضور خاتم النبیینؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے
اخلاق و عادات

مولانا اکبر شاہ خان

حلیہ مبارک

آپ بہت طویل القامت تھے نہ پست قد، مگر دوسرے آدمیوں کے مجمع میں سب سے بالا معلوم ہوتے تھے۔ رنگ گندمی پُر ملاحت سُرخی مائل تھا۔ سر مبارک بڑا، داڑھی خوب بھری ہوئی۔ بال سیاہ قدرے پیچیدہ آنکھیں بڑی گول سیاہ پُر رونق، سر کے بال سیدھے اکثر کان کی لَو تک اور کبھی کندھوں تک اور کبھی کان کی لَو سے بھی اوپر رہتے تھے۔ بھویں باہم پیوستہ، ایک باریک سی رگ درمیان میں فاصل تھی۔ کہ غصہ کے وقت ظاہر ہو جاتی تھی۔ آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے بھی تھے۔ رخسار نرم اور پُر گوشت بھی تھے۔ سر میں تیل ڈالتے تھے اور آنکھوں میں سرمہ لگاتے تھے۔ دانت مثلِ مروارید سفید و چمکدار تھے۔ تبسم کے سوا کبھی کھل کھلا کر نہ ہنستے تھے۔ آپ نہایت خندہ رو اور شیریں کلام، فصیح و شجاع اور جامع جمیع کمالات انسانیہ تھے۔ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ اپنا کام خود کرتے تھے۔ کسی کا سوال رد نہ کرتے تھے۔

اولاد

سوائے حضرت ابراہیم کے جو ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے تھے۔ باقی تمام اولاد آپ کی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے ہوئی۔ سب سے پہلے حضرت قاسم پیدا ہوئے جو چار سال کی عمر میں مکہ ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ انہیں کے نام سے آپ کی کنیت ابو القاسم ہوئی۔ ان کے بعد حضرت زینب، پھر عبداللہ جن کا لقب طیب و طاہر تھا۔ پھر رقیہ پھر ام کلثوم پھر فاطمہ زہراؓ پیدا ہوئیں۔ لڑکے سب چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے۔ لیکن لڑکیاں سب جوان ہوئیں، ان کی شادیاں ہوئیں۔ لیکن ان میں سے سوائے حضرت فاطمہؓ کے جو سب سے چھوٹی بیٹی تھیں اور کسی بیٹی سے نسل نہیں چلی۔ حضرت فاطمہؓ کے چار بچے ہوئے دو بیٹے حسنؓ و حسینؓ اور دو بیٹیاں، زینبؓ اور ام کلثومؓ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض متفرق حالات

آپ کی زندگی کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ماں کے پیٹ میں یتیم ہو گئے تھے آپ کی زندگی یتیمی و بے کسی کی حالت میں شروع ہوئی مگر جب آپ کی وفات ہوئی۔ تو تمام ملک عرب کے شہنشاہ تھے۔ عرب کا کوئی صوبہ ایسا نہ تھا۔ جہاں آپ کی دینی حکومت اور شہنشاہی نہ ہو گئی ہو۔

ان تمام حالات اور تمام مدارج زندگی میں آپ کی سادہ معاشرت یکساں طور پر نظر آتی ہے اور صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے آپ کو دنیوی کام کاج میں دوسروں پر فضیلت نہیں دی۔ بلکہ جس طرح تم سب لوگ اپنے گھروں میں اپنا کام کرتے ہو ایسے ہی آپ بھی کیا کرتے تھے۔ آپ خود ہی اپنی بکریوں کا دودھ دوہ لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی جوتیاں گانٹھ لیا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں جب مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی آپ سب کاموں میں شریک تھے۔ یہاں تک کہ معمولی مزدوروں کی طرح آپ بھی اینٹیں اٹھا کر لاتے تھے۔ جنگِ احزاب میں آپ بھی خندق کھودنے والوں میں شامل تھے۔ اپنے ہاتھ سے مٹی اٹھاتے اور پتھر توڑتے تھے۔ آپ کی غذا عموماً جَو کی روٹی ہوتی تھی۔ آپ کے گھر میں چھلنی نہ تھی۔ پھونک مار کر بھوسی اُڑا دی جاتی تھی۔ کبھی دو دو دن تک یہ جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر آپ کو نہ ملی۔ بعض مرتبہ ایک ایک مہینہ تک آپ کے گھر میں آگ نہ جلی۔ صرف کھجوروں اور پانی پر آپ نے اور آپ کے گھر والوں نے زندگی بسر کی۔ آپ نے کبھی کسی کھانے کو برا نہیں کہا، نہ اس میں عیب نکالے جو کچھ موجود ہوتا تھا وہی تناول فرما لیتے۔ بھوک نہ ہوتی یا مرغوب نہ ہوتا تو ہاتھ کھینچ لیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر آپ کے گھر میں کس چیز کا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ ادھوڑی کا جس میں کھجوروں کی چھال بھری ہوئی تھی۔ یہی سوال حضرت حفصہؓ سے بھی کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک ٹاٹ کا ٹکڑا تھا جسے ہم دوہرا کر دیا کرتے تھے۔ ایک رات میں نے خیال کیا کہ اس کی چار تہیں کر دوں۔ تاکہ آپ کو زیادہ آرام ملے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ رات تم نے میرے لیے کیا بچھایا تھا۔ میں نے کہا کہ وہ ہی آپ کا ٹاٹ تھا مگر اس کی چار تہیں کر دی تھیں تاکہ آپ کو زیادہ آرام ملے۔ آپ نے فرمایا نہیں تم اسے جیسے پہلے تھا۔ ویسا ہی کر دو۔ اس نے رات مجھے نماز شب سے باز رکھا۔

وفات سے پہلے آپ نے فرمایا تھا کہ میرے ورثا کو میرے ترکہ میں روپیہ پیسہ نقدی وغیرہ کچھ نہ ملے۔ ایک یہودی کے پاس آپ کی زرہ تیس درہم میں گروی رکھی تھی۔ آپ کے پاس زرِ نقد اتنا نہ تھا کہ اس کو چھڑا لیتے۔ آپ نے ترکے میں اپنے ہتھیار ایک خچر اور ایک زرہ چھوڑی۔ ان چیزوں کی نسبت بھی یہی ارشاد ہے کہ خیرات کر دی جائیں۔ کیا وہ لوگ اندھے نہیں ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نعوذ باللہ ذاتی اغراض، نفسانی مقاصد جاہ طلبی، حصول زر اور ملک گیری کے لیے اپنی قوم پر تلوار اٹھائی تھی۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں آٹھ برس کا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور برابر دس برس تک خدمت نبوی میں رہا۔ مگر اس طویل مدت میں آپ نے کبھی ایک مرتبہ بھی اُف تک نہیں کی اور نہ یہ فرمایا کہ یہ کام کیوں کیا اور وہ کام کیوں کیا۔ آپ کی زبان سے کبھی کوئی فحش اور بے ہودہ کلمہ نہیں نکلا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے کہا۔ کہ مشرکین کے لیے بد دعا کیجیے۔ آپ نے کہ میں لعنت کرنے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کی طبیعت میں بے ہودگی اور لغویت بالکل نہ تھی۔ آپ بچوں کو اپنی گود میں بٹھا لیتے اور اُن سے کھیلا کرتے۔ مریضوں کی عیادت اور مزاج پرسی کے لیے شہر کے دور دراز محلوں میں آپ تشریف لے جاتے تھے جس کسی سے ملتے پہلے خود سلام کرتے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے آپ سے مصافحہ کیا ہو۔ اور آپ نے اس کے ہاتھ کھینچنے سے پہلے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ہو۔ آپ احتراماً اپنے صحابہؓ کا نام نہ لیتے بلکہ ہر کسی کی کنیت سے مخاطب کرتے۔ اور محبت آمیز پسند ناموں سے ان کو یاد کرتے تھے آپ کسی کا قطع کلام نہ کرتے تھے البتہ اگر کوئی نازیبا بات کہتا تو آپ اس کو منع فرما دیتے یا اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تاکہ وہ خود ہی رک جائے۔

کمال خوش خلقی

حضرت عبداللہ بن حارث کا قول ہے کہ میں نے کسی شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوش خلق نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ آپ اشجع الناس تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ اہل مدینہ یکایک گھبرا اٹھے۔ جیسے کوئی دشمن چڑھ کر آ گئے۔ اسی قسم کا شور اٹھا۔ لوگ اس آواز کی جانب چلے مگر ان کو آپ اس طرف سے واپس آتے ہوئے ملے۔ آپ سب سے پہلے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر

سوار ہو کر ادھر تشریف لے گئے تھے آپؐ نے لوگوں سے فرمایا۔ گھبراؤ مت کوئی خوف اندیشہ کی بات نہیں ہے۔

براء بن عازب کا بیان ہے کہ جنگ حنین کے دن لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رجز پڑھ رہے تھے انا النبیُّ لا کذب انا ابن عبد المطلب۔ اس روز آپؐ سے زیادہ بہادر اور شجاع کوئی نہیں دیکھا گیا۔ جب لڑائی بہت تیز اور تند ہوئی تو ہم آپؐ کی پناہ ڈھونڈتے۔ ہم میں سب سے زیادہ دلیر اور بہادر وہ سمجھا جاتا جو میدانِ جنگ میں آپؐ کے برابر کھڑا رہ سکتا تھا۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں آپؐ کا ہمرکاب تھا۔ آپؐ اس وقت ایک موٹے کنارے کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک بدوی نے چادر کا کنارہ پکڑ کر اس زور سے جھٹکا دیا۔ کہ چادر کے کنارے کی رگڑ سے آپ کے شانے اور گردن پر نشان پڑ گئے۔ آپؐ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے مال میں سے جو تیرے پاس ہے میرے دونوں اونٹوں پر بھی کچھ لاد دے۔ کیونکہ اس میں سے جو کچھ تو مجھے دے گا وہ کچھ تیرا یا تیرے باپ کا مال نہیں ہے۔ یہ تلخ اور سخت کلام سن کر اول تو آپؐ فرطِ حلم و کرم سے خاموش رہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ بے شک مال تو اللہ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں۔ مگر تو یہ بتا کہ تیرے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے؟ اس نے کہا۔ نہیں۔ آپؐ نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا کہ تو برائی کے عوض برائی نہیں کرتا۔ یہ سن کر آپ مسکرائے پھر آپؐ نے حکم دیا۔ کہ اس کے ایک اونٹ پر جَو اور دوسرے پر کھجوریں لاد کر دے دو۔

ایک مرتبہ ایک یہودی زید بن سعنہ اسلام لانے سے پہلے آپ کے پاس اپنے کچھ قرض کا تقاضا کرنے آیا اور بہت کچھ بک جھک کر کہنے لگا کہ تم اولاد عبد المطلب بڑے ہی نادھندہ اور وعدہ خلاف ہو۔ اس کی اس بدکلامی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو مسکراتے ہی رہے۔ مگر حضرت عمرؓ نے اسے جھڑک کر ایسی بے ہودہ گوئی سے روکنا چاہا۔ تو آپؐ نے حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا۔ کہ اے عمرؓ! تم نے ہم دونوں سے وہ طرزِ عمل اختیار نہیں کیا جو ہونا چاہیے تھا۔ مناسب یہ تھا کہ تم اُسے نہ جھڑکتے بلکہ حسنِ طلب اور نرمی کے ساتھ تقاضا کرنے کی نصیحت کرتے۔ مجھ کو ایفائے وعدہ اور ادائے قرضہ کے لیے کہتے۔ اس کے بعد آپؐ نے حکم دیا۔ کہ اس کا قرضہ ادا کر دو۔ اور جھڑکنے کے معاوضے میں بیس صاع یعنی ڈیڑھ من جَو اور دے دو۔ حالانکہ میعاد قرضہ میں ابھی تین دن باقی تھے۔ اور وہ یہودی قبل از انقضائے میعاد تقاضا کرنے آ گیا تھا۔ اس حلم، نیک طینتی اور خوش خلقی کا یہ اثر ہوا کہ وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپؐ کے ہمراہ ابو سیف لوہار کے یہاں گئے۔ جس کی بیوی آپؐ کے صاحبزادے ابراہیم کو دودھ پلاتی تھی۔ اس وقت ابراہیم بالکل جاں بلب تھے۔ ان کی حالت دیکھ کر آپؐ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ آپؐ کو آبدیدہ دیکھ کر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ بھی بے صبری کا اظہار فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابن عوف! یہ آنسو رحم و شفقت کی وجہ سے ہیں۔ بے صبری و ناشکر گزاری کی وجہ سے نہیں ہیں۔ اور بے شک دل رنج کرتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں۔ لیکن ہم کوئی ایسی بات نہیں کہتے جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو۔

ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ انصار کے کچھ لوگوں نے آپؐ سے کچھ مانگا۔ آپؐ نے ان کو دے دیا۔ انہوں نے اور مانگا۔ آپؐ نے ان کو اور دے دیا۔ یہاں تک کہ جو کچھ آپؐ کے پاس تھا سب دے ڈالا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جو کچھ آتا ہے اسے تم لوگوں سے بچا کر جمع نہیں رکھتا اور بلاشبہ جو شخص اللہ سے یہ مانگتا ہے کہ کہ وہ اسے سوال کی ذلت سے بچائے تو اللہ اسے ذلت سے بچا لیتا ہے اور جو استغنا چاہتا ہے اسے اللہ غنی کر دیتا ہے۔ جو شخص صبر اختیار کرتا اللہ اسے صابر بنا دیتا ہے۔ اور کسی شخص کو عطائے الٰہی میں سے کوئی عطیہ صبر سے زیادہ اچھا نہیں دیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا فرمایا کہ میرے پاس کوہِ احد کے برابر سونا ہو تب بھی مجھے خوشی اس وقت ہے کہ میں تین دن گزرنے سے پہلے ہی وہ سب تقسیم کر دوں۔ اور میرے پاس سوائے اس کے جو میں ادائے قرض کے لیے اٹھا رکھوں اور میرے پاس باقی نہ رہے۔ بعض اوقات جب کہ آپ کے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا اور کوئی حاجت مند آ جاتا تھا تو آپؐ کو قرض تک لے کر اس کی حاجت روائی میں تامل نہ ہوتا تھا۔ اور بالعموم آپؐ پر اس قسم کے قرض تھے۔ ورنہ اپنی ذاتی ضرورتوں کو قرض لے کر پورا کرنے سے آپ بالکل بے نیاز تھے۔

جابر بن عبد اللہ کہتے تھے کہ میں ایک غزوہ میں آپؐ کے ساتھ تھا۔ میرا اونٹ تھک کر پیچھے رہ گیا۔ اتنے میں آپؐ آ گئے۔ آپؐ نے پوچھا۔ کیوں جابر! کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میرا اونٹ تھک گیا ہے۔ آپؐ نے میرے اونٹ کو تسمہ مارا تو وہ خوب تیز چلنے لگا۔ پھر ہم دونوں باتیں کرتے ہوئے چلے۔ پھر آپؐ نے پوچھا کہ تم یہ اونٹ فروخت کرتے ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ آپؐ نے وہ مجھ سے خرید لیا۔ پھر آپؐ آگے تشریف لے آئے اور میں دن چڑھے پہنچا۔ میں نے اونٹ مسجد کے دروازہ پر باندھ دیا۔ آپؐ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ اونٹ کو چھوڑ دو۔ اور مسجد میں آ کر دو رکعت نماز پڑھو۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا۔ کہ اونٹ کی قیمت ادا کر دو۔ میں قیمت لے کر چلا تو پھر مجھے بلایا۔ میں ڈرا کہ میرا اونٹ واپس کر دیا جائے گا۔ مگر میں آیا تو آپؐ نے فرمایا۔ اونٹ بھی لے جاؤ۔ اور قیمت بھی تمہاری ہو چکی۔ اسے بھی رہنے دو۔

ایک مرتبہ آپؐ کسی جنگل میں تشریف لیے جاتے تھے ایک شخص آپؐ کے ہمراہ تھا۔ آپؐ نے زمین کھود کر دو مسواکیں نکالیں ایک سیدھی تھی اور دوسری ٹیڑھی آپؐ نے ٹیڑھی خود لی اور سیدھی ہمراہی کو دی۔ انہوں نے عرض کیا کہ سیدھی آپ لیں مگر آپؐ نے نہیں لی اور فرمایا کہ جو شخص کسی کی صحبت میں رہتا ہے۔ خواہ گھڑی بھر کیوں نہ ہو۔ قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ حقِ صحبت بجا لایا ہے کہ نہیں۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی اور ایک منافق بشر نامی کے درمیان کچھ جھگڑا تھا۔ وہ دونوں آپؐ کے پاس فیصلے کے لیے آئے۔ آپؐ نے دونوں کے حالات تحقیق کر کے یہودی کو حق بجانب پایا اور یہودی کے حق میں فیصلہ صادر کیا جب دونوں باہر نکلے تو بشر نے کہا۔ یہ فیصلہ ٹھیک نہیں ہوا چلو حضرت عمرؓ کے پاس چلیں۔ چنانچہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ یہودی نے آتے ہی بیان دیا۔ کہ ہم دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تھے انہوں نے میرے حق میں فیصلہ صادر کر دیا مگر اس نے نہیں مانا اور اب آپ کے پاس لایا ہے کہ آپ جو فیصلہ کریں گے مانا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے بشر سے اس معاملہ کی تحقیق کی۔ اس نے کہا کہ ہاں یہ سچ کہتا ہے۔ ہم دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ مگر میں اُن کے فیصلے پر آپ کے فیصلے کو ترجیح دیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم دونوں ذرا ٹھہرو۔ میں ابھی فیصلہ کیے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اندر گئے اور تلوار لا کر منافق بشر کی گردن اڑا دی اور کہا جو شخص مسلمان ہو کر اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلے کو نہ مانے۔ میں اس کا فیصلہ اسی طرح کرتا ہوں۔ اس پر اس کے ہمراہی منافقوں نے بہت غل مچایا۔ مگر خداوند تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضرت عمرؓ کے فیصلے کی تائید فرمائی اور اسی دن ان کا لقب فاروق ہو گیا۔

فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے کہ بنی مخدوم میں سے ایک عورت فاطمہ بنت الاسود چوری کے جرم میں

ڑی گئی۔ ثبوت جرم کے بعد آپ نے اس کا ہاتھ ٹنے کا حکم دیا۔ شرفائے قریش کو یہ ناگوار گزرا۔ نھوں نے چاہا کہ سفارش کر کے اس عورت کو سزا سے بچالیں۔ مگر سفارش کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ خر حضرت اسامہ بن زید کو کہہ سن کر آمادہ کیا۔ انہوں نے آپ سے سفارش کی تو آپ نے فرمایا۔ اسامہ! م اللہ کی مقرر کردہ سزا میں سفارش کو دخل دیتے و۔ پھر آپ اٹھے اور آپ نے لوگوں کے مجمع یں تقریر فرمائی۔ کہ اے لوگو! تم سے پہلے کی قومیں سی سے تباہ ہوگئیں کہ جب ان میں کوئی بڑا خاندانی شخص چوری کرتا تھا تو لوگ اسے چھوڑ دیتے تھے دا گواہ ہے کہ اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چوری کی ہوتی تو یقیناً میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا۔

بے تکلفی

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ تم میری تعریف میں زیادہ مبالغہ نہ کرو۔ جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کو خدا سے زیادہ بڑھا دیا۔ میں تو اللہ کے بندوں میں سے ایک ہوں۔ اس لیے مجھے عبدہٗ و رسولہٗ کہا کرو۔

ایک مرتبہ آپ باہر تشریف لائے تو سب صحابہؓ تعظیماً کھڑے ہوگئے۔ اس پر آپ نے فرمایا جیسے عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس طرح تم کو نہیں کرنا چاہیے۔ آپ اپنے صحابہؓ سے بالکل ملے جلے رہتے تھے اور مجلس میں جہاں جگہ مل جاتی تھی وہیں بیٹھ جاتے تھے۔ آپ نوکروں کے کاموں میں شریک ہو جاتے تھے۔ اور ان کو اپنے پاس بٹھاتے تھے۔ بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ کوئی شخص کسی یہودی کا مقروض تھا اور یہودی نے تنگ طلبی کی وہ شخص آپ کے پاس آیا۔ اور اگر آپ کے پاس کچھ ہوا تو خود اس کا قرض دے دیا۔ ورنہ آپ خود اس یہودی کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کچھ اور مہلت دینے کے لیے کہا۔ مگر یہودی اس کا بھی کچھ خیال نہ کرتے تھے۔ تو آپ ادھر ادھر کوشش کرتے جس طرح ممکن ہوتا تھا ادائے قرض کا بندوبست کر دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ بھوکوں اور مسکینوں کے لیے کوشش کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ، قائم اللیل اور صائم النہار کے برابر درجہ رکھتا ہے۔

ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جنت پانے کا کیا عمل ہے۔ آپ نے فرمایا صدق۔ کیونکہ جب آدمی سچا ہوتا ہے۔ تو نیکی کرتا ہے اور جب نیکی کرتا ہے تو نور ایمان پیدا ہوتا ہے اور جب ایماندار ہوتا ہے تو جنت میں داخل ہوتا ہے۔

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا۔ کہ خبردار سچے رہو۔ خواہ تم کو سچائی میں ہلاکت ہی کیوں نہ نظر آئے کیونکہ بلاشبہ نجات اسی میں ہے۔ مکہ سے بدر کی طرف آتے ہوئے راستہ میں اخنس بن شریق نے ابوجہل سے کہا۔ کہ اے ابوالحکم! میں تجھ سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ اس جگہ ہم دونوں کے سوا کوئی تیسرا شخص ہماری بات سننے والا نہیں ہے۔ تو مجھے سچ سچ بتا دے کہ آیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچا ہے یا جھوٹا؟ ابوجہل نے جواب دیا۔ کہ واللہ بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیشہ سچ بولتا ہے اور اس نے کبھی غلط بیانی نہیں کی۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ اور جب کوئی بات آپ کو ناپسند ہوتی تھی تو اسے اشارے کنائے سے آگاہ فرما دیتے تھے تاکہ وہ خفیف نہ ہو لیکن کلام الٰہی اور اعلائے کلمۃ الحق میں آپ کسی کی رعایت نہ کرتے تھے۔

میانہ روی

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ کو کسی کی ناپسندیدہ بات معلوم ہوتی تھی تو آپ اس کا نام لے کر تخصیص کے ساتھ کچھ نہ فرماتے۔ بلکہ یوں فرماتے کہ وہ کیسے آدمی ہیں۔ جو ایسی باتیں کرتے ہیں۔ آپ بیشتر اوقات خاموش رہتے تھے۔ اور بلا ضرورت بات نہیں کرتے تھے۔ آپ کا کلام صاف اور واضح ہوتا تھا۔ نہ اتنا طویل کہ اس میں کوئی فضول اور غیر ضروری بات ہو اور نہ اتنا مختصر کہ کوئی کام کی بات رہ جائے یا سمجھ میں نہ آئے۔ آپ کی چال بھی نہایت معتدل تھی۔ نہ آپ سست چلتے تھے کہ ساتھ چلنے والوں پر گراں ہو اور نہ اس قدر تیز چلتے تھے کہ اس سے تکان اور سستی مترشح ہو۔ غرض اعتدال اور میانہ روی آپ کی ہر ایک بات سے ہویدا تھی۔

خوش طبعی

آپ کبھی خوش طبعی بھی فرما لیتے تھے مثلاً ایک مرتبہ آپ نے کسی کو ایک اونٹ دینے کا وعدہ کیا۔ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کا بچہ دیتا ہوں۔ یہ سن کر وہ شخص کہنے لگا۔ میں اونٹنی کا بچہ کیا کروں گا۔ آپ نے فرمایا اونٹ اونٹنی کے بچے نہیں ہوتے تو اور کس کے بچے ہوتے ہیں۔ آپ نے خوش طبعی کی راہ سے بجائے اونٹ کے اونٹنی کا بچہ کہا تھا وہ سمجھا کہ شاید آپ نے چھوٹے کم عمر بچے کے لیے حکم دیا ہے آپ خوش طبعی فرماتے تھے لیکن خوش طبعی میں بھی صدق اور راستی کے سوا آپ کی زبان سے کوئی حکم غلط یا جھوٹ نہیں نکلتا تھا۔ آپ لوگوں کو کھیلنے کودنے اور خوشی منانے سے بھی منع نہیں فرماتے تھے۔

اخلاقِ حمیدہ

آپ جب بیٹھتے تو لوگوں کے اندر اس قدر ملے جلے ہوتے کہ کوئی نووارد آپ کو پہچان نہ سکتا تھا اور پوچھنے کی ضرورت پیش آتی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ ایسی چیز جس کے کھانے سے منہ بدبودار ہو جائے آپ پسند نہ فرماتے تھے۔ پیوند لگا ہوا کپڑا پہن لیتے۔ اچھا کپڑا مل جاتے تو اسے پھینک نہ دیتے تھے۔ آپ کا لباس سادہ مگر صاف ہوتا تھا۔ دن میں کئی کئی مرتبہ مسواک کرتے تھے۔ آپ کے پاس بیٹھنے والے شہادت دیتے تھے کہ کبھی آپ کے جسم یا لباس یا منہ سے بو نہیں آئی۔ جہاں عفو سے اصلاح ہوتی وہاں آپ عفو کرتے۔ مگر جہاں سزا کی ضرورت ہوتی۔ وہاں سزا بھی دیتے کیونکہ ان شریروں کو جو سزا سے باز نہ آتے تھے۔ سزا نہ دینا بدی کی اعانت کرنا تھا۔

مسلمانوں کی خیرات کو مسلمانوں ہی تک محدود نہیں رکھا۔ عیسائی، یہودی، مشرک سب سے فیاضی کا برتاؤ کرتے۔ آپ پر جو بڑی سے بڑی مصیبت آتی۔ اسے آسانی سے برداشت کر لیتے مگر دوسروں کی مصیبت پر آپ کا دل بے چین ہو جاتا تھا۔ آپ اسباب سے کام لیتے اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دیتے تھے۔ اور کبھی اس بات سے نہیں گھبراتے تھے کہ نتیجہ خلاف امید ہوا۔ آپ میں تواضع تھی۔ مگر انانیت نہ تھی۔ ہیبت تھی مگر درشتی نہ تھی۔ سخاوت تھی مگر اسراف نہ تھا۔ جو شخص یکایک آپ کے سامنے آجاتا وہ ہیبت زدہ ہو جاتا اور جو پاس بیٹھتا وہ فدائی بن جاتا۔ متعدی امراض سے بچاؤ رکھتے، تندرستوں کو محتاط رہنے کا حکم دیا کرتے اور نادان طبیب کو طبابت سے منع کرتے۔ حرام اشیاء کو بطور دوا استعمال کرنا ناپسند فرماتے تھے۔ جب کسی معاملے میں دو صورتیں سامنے آتیں تو آسان صورت کو اختیار فرما لیتے۔ اسیرانِ جنگ کی خبرگیری مہمانوں کی طرح فرماتے۔ تیر افگنی، نشانہ بازی، گھوڑ دوڑ وغیرہ مردانہ ورزشوں میں بھی آپ شریک ہوا کرتے تھے۔

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

بقیہ: بصائر و عبر

اختیار کی گئی تھی تاکہ آئندہ نسلوں پر خدا کی حجت پوری ہو جائے، ورنہ آپ چاہتے تو آپ کو منجانب اللہ کیا کچھ نہ دیا جا سکتا تھا مگر دنیا کا یہ ساز و سامان جس کے لیے ہم مر کھپ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس قدر حقیر و ذلیل ہے کہ وہ اپنے محبوب اور مقرب بندوں کو اس سے آلودہ نہیں کرنا چاہتا۔ بعض انبیاء علیہم السلام کو عظیم الشان سلطنت بھی دی گئی، مگر ان کے زہد و قناعت اور دنیا سے بے رغبتی و بیزاری میں فرق نہیں آیا، ان کے پاس جو کچھ تھا دوسروں کے لیے تھا، اپنے نفس کے لیے کچھ نہ تھا۔

الغرض یہ ہے "فتنہ پیٹ" کا صحیح علاج جو انبیاء کرام علیہم السلام اور بالخصوص سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا۔ اور اگر انسان "پیٹ کی شہوت" کے فتنہ سے بچ نکلے تو انشاء اللہ "شہوت فرج" کے فتنہ سے بھی محفوظ رہے گا، کہ یہ خرمستی پیٹ بھرے آدمی کو ہی سوجھتی ہے، بھوکا آدمی اس کی آرزو کب کرے گا، ان ہی دو فتنوں سے بچنے کا نام اسلام کی اصطلاح میں "تقویٰ" ہے۔

جس پر بڑی بشارتیں دی گئی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح ضعیف مریض کو بقائے حیات کے لیے ہلکی پھلکی معمولی غذا کا مشورہ دیا جاتا ہے اور زبان کے چسکے سے بچنے کی سخت تاکید کی جاتی ہے تاکہ مطلوبہ حفظِ صحت

طبی معلومات

استاد الحکما حکیم آزاد شیرازی سابق پرنسپل طبیہ کالج

"ہیضہ" طاعون کے مانند ایک وبائی مرض بھی ہے اور متعدی بھی۔ یہ مرض اکثر گرمی اور برسات کے موسم میں پھیلتا ہے۔ اس مرض میں قے اور اسہال کی کثرت مریض کو نہایت نحیف کر دیتی ہے۔ اور مناسب علاج نہ ہونے کے باعث مریض موت سے ہم کنار ہو جاتا ہے۔ طب مشرق کے نزدیک اس کے عام اسباب آب و ہوا کی خرابی، بہت زیادہ پیٹ بھر کر کھانا، یا بعض اوقات معدہ میں غذا کا نہ ہونا اور پانی کا کثرت استعمال بھی شامل ہیں۔ بعض اوقات کھیرا یا امرود کھانے کے فوراً بعد پانی پی لینے سے بھی یہ مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ مغربی معالجین کے نزدیک اس کا سبب ایک نہایت چھوٹا خمدار نباتی کیڑا ہے۔ جسے "کالرا جیبسی لس" کہا جاتا ہے۔ قابل غور بات ہے کہ یہ مرض حیوانوں کو نہیں ہوتا۔ انسان ہی اس کا شکار ہوتا ہے۔

اگرچہ ہیضہ کی ظاہری علامات قے اور اسہال ہیں۔ لیکن ہر قے اور اسہال کو ہیضہ کی علامت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہیضہ کی خاص علامتیں یہ ہیں:-

۱- اسہال نہایت کثرت سے آئیں (۲) اسہال کے ساتھ قے کا سلسلہ شروع ہو جائے (۳) جسم سرد ہو جائے (۴) پاؤں اور پنڈلیوں میں تشنج یعنی کھچاوٹ ہو جائے (۵) پیشاب میں رکاوٹ پیدا ہو جائے۔

ہیضہ کے عموماً چار درجے ہوتے ہیں۔ ابتدائی درجے میں جسم میں سستی معلوم ہوتی ہے اور اسہال شروع ہو جاتے ہیں۔ اسہال میں فضلہ خارج ہونے کے بعد چاولوں کی پیچھ کے مانند پانی آنے لگتا ہے۔ پیٹ میں گڑبڑ تو ہوتی ہے لیکن درد یا مروڑ نہیں اٹھتے۔ ہر دست کے بعد کمزوری ہو جاتی ہے۔ عام طور پر اسہال کے ایک گھنٹہ بعد قے شروع ہوتی ہے۔ جس میں پہلے غذا نکلتی ہے۔ پھر زرد رنگ کا پانی اور آخرکار قے بھی چاولوں کی پیچھ کی مانند آنے لگتی ہے۔ زبان خشک اور سفید ہو جاتی ہے مقام معدہ میں دبانے سے درد محسوس ہوتا ہے۔ بھوک بند اور پیاس کی شدت شروع ہو جاتی ہے۔ یہ کیفیت عموماً چھ سات گھنٹے تک رہتی ہے۔

دوسرے درجے میں اسہال اور قے کی کثرت ہو جاتی ہے۔ ہاتھ پاؤں میں تشنج اور کھچاوٹ اور پیٹ اور سر میں درد ہونے لگتا ہے۔ پیاس اور بے چینی بڑھ جاتی ہے اور پانی، عرق یا دوائی جو کچھ پلایا جائے۔ قے ہو جاتی ہے۔

تیسرے درجے میں جسم سرد اور جلد جھری دار ہو جاتی ہے۔ ہاتھ، پاؤں، چہرہ اور ناک سکڑ کر نیلے پڑ جاتے ہیں۔ آنکھیں خشک ہو کر اندر دھنس جاتی ہیں۔ حرارت غریزی میں کمی ہو جاتی ہے۔ اور عموماً درجہ حرارت ۹۵ رہ جاتا ہے لیکن یہاں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ منہ اور بغل میں درجہ حرارت ۹۵ رہ جاتا ہے لیکن اندام نہانی یا مقعد میں درجہ حرارت ۱۰۴ بلکہ اس سے بھی اوپر جا پہنچتا ہے۔ نبض نہایت کمزور ہو جاتی ہے۔ نبض کی ضربات فی منٹ ۹۰ بلکہ ۱۰۰ تک جا پہنچتی ہیں۔ سانس فی منٹ چالیس یا پچاس آنے لگتے ہیں جو نہایت سرد ہوتے ہیں۔ بے چینی بڑھ جانے سے مریض ہاتھ پاؤں پٹخنے لگتا ہے۔ آواز بہت ہی مدھم پڑ جاتی ہے۔ بعض اوقات بالکل بند ہو جاتی ہے۔ پیشاب بھی بند ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض مریضوں کے دست اور قے بھی بند ہو جاتے ہیں۔

مریض اگر تیسرے درجے سے بخیر و عافیت گزر آئے تو اس کے شفایاب ہونے کی امید بندھ جاتی ہے۔ گویا چوتھا درجہ شفایابی کا ہے۔ جس میں رفتہ رفتہ مرض کم ہونے لگتا ہے۔ قے اور اسہال رک جاتے ہیں۔ پیاس بھی کم ہو جاتی ہے۔ نبض تیز اور بدن گرم ہونے لگتا ہے بعض اوقات بخار بھی ہو جاتا ہے چہرے اور آنکھوں پر صحت یابی کے آثار نمایاں ہو کر رونق آنے لگتی ہے اور مریض موت کے منہ میں جانے سے بچ نکلتا ہے۔

مرض ہیضہ کے دوائی علاج سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مرض سے بچاؤ کی تدبیریں بطور حفظ ماتقدم بیان کر دی جائیں:-

مرض ہیضہ عموماً کثافت اور غلاظت سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے جسم، کپڑوں، برتنوں، مکان اور مکان کے گرد و نواح کو کثافت اور غلاظت سے پاک رکھا جائے۔ اگر ہیضہ کی وبا پھیلی ہو تو اس مرض کے خوف کو دل میں جگہ ہرگز نہ دیں بلکہ اپنی قوت ارادی کو مضبوط رکھیں۔ کیونکہ یہ مرض عموماً کمزور قوت ارادی رکھنے والوں اور بزدلوں کو لاحق ہوتا ہے۔ وبائی موسم میں پانی کو جوش دے کر ٹھنڈا کر کے پئیں۔ برتن وغیرہ دھونے کے پانی میں پوٹاشیم پرمیگنیٹ ڈال دیں۔ دیہاتی علاقوں کے کنوؤں میں بھی یہ دوائی ضرور ڈالیں۔ کھانے پینے کی اشیاء کو ڈھانپ کر رکھیں۔ ایام ہیضہ میں پیٹ بھر کر کھانا ہرگز نہ کھائیں اور نہ ہی معدہ کو بالکل خالی رکھیں۔ کیونکہ جو لوگ خالی معدہ (بھوکے) گھر سے چلے جاتے ہیں وہ اس مرض میں اکثر مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان ایام میں جلاب ہرگز نہ لیں۔ دوپہر کے کھانے میں انار دانہ، پودینہ اور دھنیا کی چٹنی یا پیاز اور سرکہ یا لیموں کا استعمال کریں۔ صبح نہایت زود ہضم ناشتہ کریں۔ شام کو بھی ہلکی غذا مثلاً چاول وغیرہ استعمال کریں۔

ہیضہ کے علاج کا اولین اصول یہ ہے کہ مریض ہیضہ کی قے کو فوراً بند ہرگز نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس طرح فاسد مادہ پیٹ ہی میں رک جاتا ہے۔ جس سے مریض کی ہلاکت کا شدید اندیشہ ہوتا ہے۔ سب سے پہلے نیم گرم پانی کے ایک گلاس میں ایک تولہ نمک ملا کر پلائیں تاکہ خوب کھل کر قے ہو جائے۔ اسی طرح اسہال کو بند کرنے کی فوری دوائی بھی استعمال نہ کریں۔ جس سے پیٹ میں اپھارہ ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

ابتدائی تدبیر کے طور پر گل سرخ ۶ ماشہ عرق گلاب پندرہ تولہ میں جوش دیں۔ نصف رہ جانے پر چار تولہ شربت انار ملائیں اور عرق بید مشک میں نارجیل دریائی ۶ رتی اور زہر مہرہ خطائی ایک ماشہ گھس کر پلائیں۔

سفوف فرحت (ساختہ شیراز دواخانہ) ہیضہ کے لیے نہایت مفید ہے۔ پیاس کو کم کر کے قے اور اسہال کو روک دیتا ہے۔ لیکن اسے بھی زہریلا مادہ خارج کرنے کے بعد استعمال کریں۔ اور اس کی ایک ماشہ کی خوراک ۲ تولہ گلقند میں ملا کر یا ویسے ہی عرق گلاب کے ساتھ پلائیں۔ ایک گھنٹے کے وقفے سے دن میں چار پانچ خوراک دے دیں۔

ہیضہ کے لیے عرق پودینہ نہایت مفید ہے۔ ڈیڑھ سیر پودینہ کو دس سیر پانی میں رات بھر بھگوئے رکھیں اور صبح دس بوتل عرق کشید کریں۔ اب اس عرق میں دو سیر پودینہ بھگو کر دوبارہ عرق کشید کریں۔ اس عرق میں فی بوتل ۱ ماشہ کافور شامل کر دیں۔ خوراک ۲ تولہ دن میں چار خوراکیں۔

امرت دھارا یا آب حیات ایک مشہور دوا ہے جو ہیضہ کے لیے نہایت مفید ہے۔ اس کا نسخہ یہ ہے ست اجوائن ۱ تولہ، ست پودینہ ۱ تولہ، کافور جاپانی ۲ تولہ، روغن لونگ ۶ ماشہ، روغن سونف عمدہ ۶ ماشہ ملا کر پندرہ منٹ دھوپ میں رکھیں۔ امرت دھارا تیار ہے۔ بوقت ضرورت چینی یا عرق سونف میں دس قطرے ملا کر پلائیں۔

اکثر اوقات مریض ہیضہ کا پیشاب بند ہو جاتا

باقی صفحہ ۱۶ پر

ایمان کے لئے ایک مہلک مرض

اہانت علماء دین

● محمد عبداللطیف سندھ میانوالی

موجودہ نسل میں اور بیماریوں کے ساتھ ساتھ ایک یہ بیماری بھی پیدا ہو چکی ہے کہ وہ اسلام کے پیغام پہنچانے والے علماء کرام کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ حالانکہ علماء کرام اعلیٰ درجے کے دانشمند اور ذی ہوش و حواس ہیں کہ اللہ کا خوف رکھتے ہیں صرف اسی کی یاد میں اسی کے قرآن کو سینے سے لگائے سینہ سپر ہیں اور کہتے ہیں یا قوم ارئیتم ان کنت علیٰ بینۃ من ربی۔ تو لوگ برا مانتے ہیں۔ وما اسئلکم علیہ اجرا۔ ان کا نصب العین ہے ان اجری الا علی اللہ ان کا توکل ہے۔ ان کی جاہ و قدر و منزلت کا تم کو کیا پتہ ہے اکیا علم ہے۔ بلکہ یہ جان لو کہ ان ضعیف و عاجز و نادار مولویوں، ملاؤں کے طفیل تم بھی کھاتے ہو جیتے ہو۔ اگر یہ نہ ہوں تو تختہ ارض کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینک دیا جائے۔

"اور لائق نہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ ان میں موجود ہوں اور اللہ ان کو عذاب دے۔ یا استغفار کرنے والے موجود ہوں تو عذاب دے"

آیت کریمہ کے اس ترجمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی کتنی پاسداری اور خاطر ملحوظ ہے کہ ان کے ہوتے تمام دنیا والوں کے جرائم سے درگزر کیے جا رہا ہے۔ اور ان کے مصائب کو خاطر میں نہیں لا رہا۔ ورنہ دنیا میں کیا کچھ نہیں ہو رہا۔ اور تختہ ارض الٹنے میں دنیا کو تہس نہس کرنے میں کیا عذر مانع ہے۔ پلک جھپکنے سے قبل نیست و نابود کر سکتا ہے لیکن نہیں اس لیے کہ اس دنیا میں ابھی کچھ اللہ والے، مرنے والے موجود ہیں۔ جو شب کو شب باش ہیں اور دن کو تبلیغ حق میں سرگرداں ہیں۔ اگر خیال شریف میں کوئی احساس ہو، شعور ہو تو قرآن میں سے مختلف سابقہ اقوام کے احوال پر نگاہِ ناز سے غور فرما لیں۔ ان کے انجام اور ان کے انجام میں کیا فرق ہوگا۔ یہ خود فیصلہ کر لیں۔ آخر ان کا کیا قصور تھا۔ صرف یہی نا کہ انبیاء کرام کو ستایا، تنگ کیا، قتل کیا۔ اور اس کی پاداش میں صفحہ ہستی سے مٹا دیے گئے یہ خیال نہ کیا جائے کہ وہ تو نبی تھے، اللہ کریم کے فرستادہ تھے۔ صاحب شریعت و صاحب کتاب تھے۔ ان علماء کے ستانے اور انبیاء کرام کے ستانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ مرسلین خدا بے لوث بے غرض اور یہ ہمارے ہی ٹکڑوں، چندوں کی بدولت پروان چڑھے ہیں۔ یہ کجا وہ کجا۔ لیکن نہیں کسی عالم کو ستانا در حقیقت نبی کو ستانا ہے۔ جیسے کہ ارشادِ نبوی ہے "العلماء ورثۃ الانبیاء" کہ علماء کرام انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ اور اس حدیث مقدس سے صراحۃً معلوم ہوا کہ کسی عالم کا ستانا خواہ اسے ادنیٰ ہی تصور کیا جائے بعینہ نبی کا ستانا ہوتا ہے۔ کسی عالم کو ستانا کسی کی قربانیات میں فضل نہیں۔ عالم کو ستایا ہی صرف اس لیے جاتا ہے کہ اس کی تعلیم (جو وہ قرآن و حدیث سے پیش کرتا ہے) سے روگردانی کی جاتی ہے۔ اس کے تسلیم کرنے سے انسان منکر ہوتا ہے، نہ ماننے کا عذر ہوتا ہے کیونکہ اس پر عمل کرنے سے ضیاعِ وقت و دولت زیر پیش نظر ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی تعلیم و تبلیغ حق پر کان نہیں دھرنا چاہتا جیسا کہ عام جلسوں میں ہوتا ہے کہ شہر کی دس لاکھ کی آبادی میں سے چند سو نفوس شامل ہوتے ہیں۔ شہر کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے بحر الناس میں سے چند اشخاص شریک جلسہ ہوتے ہیں۔ اگر کسی کو کہا جائے کہ صاحب جلسہ میں شریک ہو جیے۔ تو برملا کہتے ہیں۔ ہمیں علم ہے مولوی چندہ مانگے گا۔ یہ تقریر چندہ کے لیے تو کرائی جاتی ہے لیکن افسوس کہ اس کا دھیان اس کے تبلیغ دین پر اس کے کلمات قرآن و حدیث پر نہیں ہوتا۔ صرف چندے کے مطالبہ کے الفاظ پر ہوتا ہے اس کے اقوالِ زریں پر نہیں ہوتا۔ افسوس اے قوم! تیرے اس خیال پر کہ نبی پر ایمان رکھتے ہوئے نبی کی تعلیم کو اس لیے ٹھکرا رہا ہے کہ وہ ایک مولوی کی زبان سے ادا ہو رہے ہیں۔ جن کو تم ذلیل و حقیر قرار دے رہے ہو۔ اس ذلیل و حقیر کی زبان سے تمہیں الفاظ قرآن و حدیث بھی سننے گوارا نہیں۔ ع

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

تعلیم نبوی اور الفاظ قرآن اور فرامین و احکام رب العالمین کو آج کا مسلمان دھتکار رہا ہے۔ مان لیا کہ اے نادان! یہ مولوی تیرا معتوب نظر ہی خدا تو نہیں، خدا کے احکام تو نہیں، رسولؐ تو نہیں، رسولؐ کے ارشادات تو نہیں۔ لیکن دراصل وہ ان ارشادات و احکام سے مفر ہے۔ کہ درحقیقت یہی ہے کہ مولوی کی ذات سے اسے کد نہیں بلکہ احکام خداوندی سے فرار کی سعی ہے تاکہ اس کی ہوس زر، طمع جاہ و طلب نام و نمود میں نہ ارشاد خداوندی حائل ہوں نہ نام اسلام۔

تو مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ جب علماء کرام انبیاء عظام کے وارث ہیں تو یقیناً ان کے ستانے، تنگ کرنے سے انبیاء ناراض ہوتے ہوں گے۔ اور انبیاءؑ کے ناراض ہونے سے خدا ضرور ناراض [illegible] اور جب خدا ناراض ہوگا تو [illegible] کی قدر و منزلت [illegible] یہاں مذکورہ حدیث [illegible] العلماء ورثۃ الانبیاء [illegible] دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں [illegible] بنی اسرائیل کی سی شان و مرتبت [illegible] بعینہ انبیاء سے متصف ہیں جیسے کہ فرمایا "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل"۔ اس حدیث کے الفاظ پر بنظر غور فرمایئے کہ علماء کرام امت مسلمہ میں کس اقتدار کے مالک ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کو ان کی عبادات و ریاضات کا کس قدر پاس و لحاظ ہے کہ برملا فرماتے ہیں۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ کہ اللہ سے فقط علماء ہی ڈرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کو خاص طور پر پسند ہیں۔ کیونکہ ایک طرف تو یہ اللہ سے ڈرتے ہیں۔ اس کے حکم کے بندے ہیں، اس کے قوانین کے پابند ہیں، اس کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اس کے دین کی سربلندی میں کوشاں و سرگرداں ہیں تو دوسری طرف نائبین انبیاء علیہم السلام ہیں۔

غرض کیا کچھ لکھا جائے اور کیا کچھ سمجھایا جائے۔ ان آیاتِ قرآنیہ و احادیث نبویہ کی روشنی میں احساس انسانیت و آدمیت کو زندہ رکھتے ہوئے اور نظر انصاف کو خاطر میں لاتے ہوئے ہمیں چاہیے کہ عالم خواہ کیسا ہی ہو، آپ کے زعم میں کچھ بھی نہ جانتا ہو پھر بھی ان کی قدر ہم پر لازم ہے، ان کی عزت و منزلت ہم پر فرض عین ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عوام الناس پر اپنے علم لایزال کی وجہ سے فضیلت دی ہے۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام بشر ہوا کرتے تھے اور عوام بھی بشر ہوا کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے شرف نبوت سے ان کو سرفراز کر کے اس زمانہ کے عوام پر فضیلت دیتا تھا۔ اسی طرح عالم کو عوام الناس پر فضیلت دیتا ہے افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علیٰ من ربہ کے مصداق عالم بہرحال عوام سے بہتر و اخیر ہے کیونکہ ایک عالم کو ایک لاکھ جاہل پر فوقیت ہے۔ عالم تو جب تبلیغ و تعلیم کے لیے گھر سے کوچ کرتا ہے۔ فرشتے اس کے پاؤں کے نیچے اپنے پر بچھاتے ہیں اور اس کی کامیابی کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اس کی امداد کرتے ہیں اور ہر وقت اس کا ذکر خیر کرتے ہیں۔

(لہٰذا ہم کو چاہیے کہ ایسی کوئی بات زبان پر نہ لایا کریں۔ کہ جس سے کسی عالم کی اہانت کا پہلو نکلتا ہو یا رسوائی ہوتی ہو، اس کا دل تنگ ہوتا

ٹیلیفون نمبر
۹۷۵۴۵

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر
۶۰۴۷

(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۹۳۲۱ مورخہ ۲ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۶-۲۲۸۱ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۲۰۷۹۶-D.D.۹ مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.M/۳۰-۱۵۲۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۷ء

۳۲۰۵۸

عظیم دینی درسگاہ

دار العلوم دیوبند

محمد عثمان الوری — کراچی شہر

ہر دور اور ہر صدی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین متین کی حفاظت اور اشاعت کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعہ اور سبیل پیدا کی ہے۔ چنانچہ برصغیر میں مغلیہ دور کے خاتمہ کے بعد فرنگی اس ملک پر بڑی عیاری اور مکاری کے ساتھ اپنے قدم جما رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ دینی تعلیم اور مشرقی تہذیب [illegible] کرنے کے منصوبے تیار کر رہے تھے۔ لیکن دوسری طرف علمائے حق بھی ان حالات کا جائزہ لے رہے تھے انہیں احساس تھا کہ اگر اس غاصب اور ظالم فرنگی کا مقابلہ اور محاسبہ نہ کیا گیا تو چند سال بعد شاید مسلمان کا نام بھی باقی نہ رہے۔ اس لئے حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ارشاد فرمودہ نکات اور ارشادات کی روشنی میں علمائے ربانی کے مشورے سے جہادِ آزادی کا اعلان کر دیا گیا اور مولانا امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی قیادت میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا ضامن شہیدؒ اور دیگر علمائے حق اور عوام کی معیت میں ۱۸۵۷ء میں جہاد شروع کر دیا گیا۔ انگریز کو زبردست نقصان برداشت کرنا پڑا اور آخرکار راہ فرار اختیار کی۔ مگر تازہ کمک کے بعد مجاہدین کے پاس اسلحہ کی کمی اور اپنوں کی سازش سے مقابلہ مشکل ہو گیا۔ اس دوران مولانا ضامن شہید ہو گئے اور دیگر مجاہدین آزادی دوسرے ذرائع سے فرنگی کو شکست دینے کے وسائل اور ذرائع تلاش کرنے کے لئے روپوش ہو گئے اور حاجی امداد اللہؒ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ گرفتار کر لئے گئے مولانا نانوتویؒ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے۔ آخرکار چند سال بعد حالات جب معمول پہ آئے پھر علمائے حق اور اکابرین ملت نے مشورہ کیا کہ کوئی ایسا ادارہ قائم کیا جائے جہاں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جہادِ حریت کی تربیت، تصوف کی اہمیت، اسلامی تہذیب و ثقافت کی حفاظت کی مکمل اور جامع تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جائے۔ بڑے غور و فکر کے بعد اکابرین نے متفقہ فیصلہ کیا کہ دار العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی جائے۔ چنانچہ ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء کو مولانا نانوتویؒ نے اپنے دستِ مبارک سے توکل علی اللہ پر دار العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ دار العلوم دیوبند کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی ایک مثالی درسگاہ ہے۔ دار العلوم دیوبند حضرت مجدد الف ثانیؒ کی غیرت، حمیت، حق گوئی اور بے باکی کی ترجمان ہے۔ دار العلوم دیوبند حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی تبلیغی خدمات کا مرکز ہے۔ دار العلوم دیوبند ہی حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مشن کی وارث، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہید بریلویؒ کے جہادِ حریت، مسلمانوں کی معاشی، معاشرتی، اقتصادی، اصلاحی اور انقلابی پروگرام اور نصب العین کی نقیب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دار العلوم دیوبند کے فارغ التحصیل علمائے کرام اور فضلائے عظام شریعت و طریقت، سیاست و معیشت، آزادی اور حریت کے احکام علوم اور فنون میں باکمال گزرے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک دور ایسا بھی گزرا ہے کہ دار العلوم کے تمام دربان سے شیخ الحدیث اور [illegible] مدرس تک سب کے سب صاحب نسبت بزرگ گزرے ہیں۔ علمائے دیوبند نے برصغیر ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا اور اقصائے عالم میں دین کی عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں۔ تبلیغی اشاعت کے سلسلے میں بین الاقوامی پیمانے پر تبلیغی جماعت دین کی اشاعت کے لئے مخلصانہ خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ تبلیغی سلسلے میں دینی مدارس کے علاوہ اعلیٰ جدید درسگاہوں میں بھی ہزاروں علمائے دیوبند علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ سیاسی خدمات میں خصوصاً تحریک آزادی میں جو خدمات علمائے دیوبند نے انجام دی ہیں۔ اس کی مثال دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ دار العلوم دیوبند کے پہلے طالب علم شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ مقاصد دیوبند کی عملی تصویر تھے۔ اگر مصر کا جامع ازہر علامہ جلال الدین سیوطیؒ پر فخر کرتا ہے تو علمائے برصغیر ان سے کہیں زیادہ علامہ زماں امام حریت مولانا محمود الحسنؒ پر فخر کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے درس اور تربیت سے ایسے یگانہ روزگار اور نامور علماء فیضیاب ہوئے جنہوں نے پوری دنیا میں انقلاب برپا کر دیا اور اپنے علوم و فنون سے حرمین شریفین، شام، مصر، افغانستان، ایران، برما، سیلون، افریقہ، روس، چین، انڈونیشیا، بنگال، امریکہ اور آسٹریلیا کے ہزاروں علماء کو علوم نبوت سے فیضیاب کیا اور دنیا کے بہت سے ممالک کی آزادی کا ذریعہ بنے۔ مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا محمد صادقؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مولانا محمد الیاسؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ایثار اور قربانیوں کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ان حضرات اور اکابرین دیوبند کا نام اسلامی تاریخ میں ہمیشہ زریں حروف سے لکھا جائے گا۔ جن کے عظیم کارناموں سے آنے والے لوگ رہبری اور رہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔ مجموعی طور پر دار العلوم دیوبند سے ہندو پاک کے [illegible] دس ہزار علمائے کرام فارغ ہوئے اور بیرونی دنیا کے طلباء اور علماء جو علماء دیوبند اور دار العلوم دیوبند سے مستفید ہوئے ان کی تعداد ستر ہزار ہے۔ اس وقت دار العلوم دیوبند کا سالانہ بجٹ تیرہ لاکھ روپے ہے جو محض توکل علی اللہ پورا ہوتا ہے۔ نیز اس وقت طلباء کی تعداد دو ہزار سے زائد ہے۔ اور علماء معین و مدرسین کی تعداد ساڑھے تین سو کے لگ بھگ ہے۔ دار العلوم دیوبند میں تقسیم ملک کے بعد ایران، افغانستان، لیبیا، افریقہ، انڈونیشیا، ملائشیا، تبت اور سیلون کے علاوہ دیگر ممالک کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں۔ دار العلوم دیوبند کی عظمت، شہرت اور مقبولیت میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے جبکہ عرب ممالک خصوصاً حرمین الشریفین اور افغانستان، برما اور [illegible] میں بہت سے مدارس دینیہ اور جدید علوم کے ادارے علماء دیوبند کو [illegible] علوم و فنون کی تعلیم کے لئے طلب کرتے رہتے ہیں۔ دار العلوم دیوبند کا سنہری تاریخی دور جو حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے شروع ہوا شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے وصال پر ۱۹۵۷ء میں ختم ہوا۔ نہایت ہی کامیاب اور مبارک دور رہا۔

*

بقیہ: طبی معلومات

ہے۔ اس صورت میں چولہے کی [illegible] ۵ تولہ قلمی شورہ ۵ تولہ۔ گرم پانی میں پیس کر ناف کے نیچے لیپ کر دیں۔ انشاء اللہ پیشاب کھل کر آ جائے گا۔

جب مریض ہیضہ کا جسم بالکل سرد ہو جائے اور تشنج بڑھ جائے تو جائفل ۱ عدد [illegible] میں باریک پیس کر جسم پر خصوصاً بازوؤں اور ٹانگوں پر مالش کریں۔ جسم گرم ہو جائے گا۔

مریض ہیضہ کے لیے یہ گولیاں بڑی مفید ہیں۔

آک کی جڑ کا چھلکا اور مرچ سیاہ برابر وزن لے کر ادرک کے پانی میں کھرل کر کے چنے کے برابر گولیاں بنا لیں۔ ایک گولی آدھ گھنٹے کے وقفے سے عرق سونف کے ساتھ کھلائیں۔

اسی طرح کشنیز ۲ ماشہ، پودینہ ۶ ماشہ، سونف ۱ تولہ، الائچی کلاں ۱ عدد، گلقند ۵ تولہ کو آدھ سیر پانی میں گھوٹ چھان کر رکھ لیں اور مریض کو گھونٹ گھونٹ پلاتے رہیں۔ اس سے پیاس اور قے بند ہو جائے گی انشاء اللہ!

ہیضہ کے مریض کو حالت مرض میں کوئی غذا ہرگز نہ دیں۔ اور بعد میں بھی غذا احتیاط سے یعنی صرف ساگودانہ، مونگ کی کھچڑی وغیرہ